لال شہباز قلندر عليہ الرحمہ

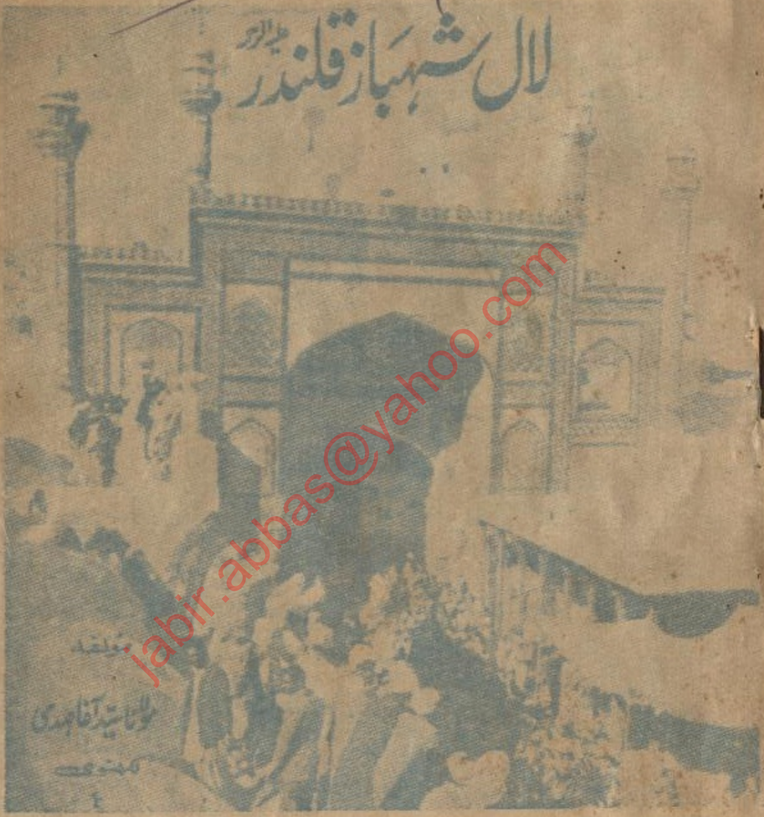

مؤلفہ
مولانا سيد آغا مهدي
لکهنوي

قلندر جا طالب قلندر جي درتي

هديه ايک روپيه

جمعیت خدام عزا کا تینتیسواں یادگار تحفہ اور سیہون شریف پر دوسری کتاب

(الحکم) جو کہا ہے اس کو دیکھو کہنے والے پر نظر نہ کرو

لال شہباز قلندرؒ

المعروف بہ

ولی قلندرؒ

از تحقیق اے ایم اختر نگری

سابق مدیر ماہنامہ مرکز تبلیغ احمد المدارس و ممتحن ناگپور یونیورسٹی وغیرہ

تاجدار سندھ لال شہباز قلندر علیہ الرحمۃ علمی و عملی و تاریخی روشنی میں

دفتر جمعیت خدام عزا A ۱۴۲/۱۷ رحیم آباد فیڈرل بی ایریا کراچی ۳۸

(رہنما برقی پریس کراچی)

قیمت صرف ایک روپیہ علاوہ محصول ڈاک

کتابیات

۱۔ آب حیات شمس العلماء آزاد اردو
۲۔ ارجح المطالب عبیداللہ بسمل امرتسری اردو
۳۔ ارژنگ چین منشی دیبی پرشاد بدایونی اردو
۴۔ تفسیر برہان عربی
۵۔ تاریخ الخلفاء عربی
۶۔ تفسیر بیضاوی ج ۳ عربی
۷۔ اخبار جنگ کراچی
۸۔ جواہر سنیہ در احادیث قدسیہ عربی
۹۔ رقعات بیدل فارسی
۱۰۔ زین الفتی امام عاصمی عربی
۱۱۔ سیارہ ڈائجسٹ
۱۲۔ شرح قصیدہ بحر العلوم فارسی
۱۳۔ شافی ترجمہ اصول کافی اردو
۱۴۔ صحیح سنن المصطفٰے ابوداؤد عربی
۱۵۔ طریق النجات فارسی
۱۶۔ عبقات الانوار حدیث مدینہ فارسی
۱۷۔ عروۃ الوثقےٰ عربی
۱۸۔ عقد الجواہر اردو از پروفیسر ندوی
۱۹۔ غیاث اللغات فارسی
۲۰۔ قرآن شریف مترجم بدو ترجمہ شاہ رفیع الدینؒ
۲۱۔ کلیات عطار فارسی نظم
۲۲۔ لغات کشوری اردو
۲۳۔ لعل قلندر از قیوم راشد
۲۴۔ مجمع البحرین لغت عربی
۲۵۔ مخلات بہاء الدین عاملی طبع مصر
۲۶۔ مفاتیح الجنان فارسی
۲۷۔ منادی دھلی
۲۸۔ میزان الطب فارسی
۲۹۔ فتاوائے مولوی عبدالحئ رح
۳۰۔ تفسیر سورۂ حمد

فہرست مضامین

فاتحۃ الکتاب ۴
کنکریوں میں موتی ۵
کثرتِ عرس ۷
آغازِ سیرت ۱۲
مقبولیت ۱۴
مذہب ۲۰
قوالی کا جائزہ ۲۳
رقص ۲۴
کفر کا فتویٰ ۲۶
قبرستان ۲۸
نورِ ایمان کا پہلا جلوہ ۳۳
میزانِ اعمال قرآنی زاویہ نگاہ ۳۵، ۵۹
مودت ذوی القربیٰ پر چند شعر ۳۸
نورِ ایمان کا دوسرا جلوہ ۳۹
ایک دلچسپ مناظرہ ۴۰
پنجتن پاک ۴۲
لوحِ قبر کی عبارت ۴۳
منتخب کلام ۴۴
قبر کا دھوون (غسل شریف) ۴۸
دوسرے پیروں پر اشارہ ۵۱
ملک کے آثارِ قدیمہ ۵۳
گرو نانک ۶۲

وقار امام پر حملہ ۹
ابدال و اوتاد ۱۰
برہنگی ۲۴
بحث بناتِ رسولؐ ۲۶
اصلی بابائے اردو ۲۷
زیب النساءؒ ۲۸
ٹھٹھہ ۳۱
میزانِ عمل ۳۲
انگریز کی رائے ۳۲
میاں انوار کا باغ لکھنؤ ۴۰

یا شامخ یا مکین

فاتحۃ الکتاب

عزیزانِ گرامی! آپ کو اندازہ ہے کہ اس وقت مغرب زدہ نوجوان ہوں یا مشرقی خیال کے دونوں ایک ہی رفتار سے دہریت کے سنگم پر جمع ہو رہے ہیں اور اپنی منزل پر آتے ہیں قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتے ہیں ان کو مذہب ایک ڈھکوسلا معلوم ہو رہا ہے اور ہر دلآویز تحریک کی ظاہری چمک دمک سے چوندھیا کر لپکتے ہیں اور مرورِ ایّام کی صاعقہ ریزیوں سے عبرت حاصل نہیں کرتے، جمعیت خدامِ عزا کی پیشکش ۲۹ لال شہباز قلندر علیہ الرحمۃ شائع ہونے پر ادھر اخبار جسارت کراچی میں اس کے خلاف آرٹیکل نکلا جس کا بڑا ٹھوس جواب خطیبِ عالمِ اسلام حضرت علامہ رشید ترابی مدظلہ نے گزشتہ ماہ رمضان کی وعظ میں دیا ادھر جناب مولوی غلام محمد صاحب گرامی کراچی کی طرف سے سندھی میں جو کتاب شائع ہوئی اس میں ان کے اثنا عشری ہونے کو بڑی تعجب کی نظر سے دیکھا گیا کہ جن لوگوں نے اس قسم کے دعوے کئے ہیں ان پر فرض ہے کہ ان کے متعلق تحقیق شدہ سند پیش کریں تاکہ غلط فہمی پیدا نہ ہو کسی بین الاقوامی شخصیت کو اختلافی بنانا دانشمندی نہیں ہے محترمی سندھی دوست مجھے تعجب ہے کہ آپ خود اپنی دکان کا مال نہیں پہچانتے ان کے اشعار کو جو آپ نے شائع کئے پھر پڑھیئے اور ہم کو یہ شعر پڑھنے کا موقع نہ دیجئے ؎

نہ گل کا راز جانے تو نہ بلبل کی زباں سمجھے
تو پھر تری سمجھ کو بس خدا ہے باغباں سمجھے

ولی قلندر جوابی کتاب نہیں ہے پہلے لٹریچر کے بعد ادارہ نے صرف مزید حقائق کو یکجا کر دیا ہے قوم سمجھتی تھی کہ ۸۰ صفحہ کا کتابچہ حاضر کرنے کے بعد ہم تہیدست ہیں مگر جس کا قول رب زدنی علما جینا ہو وہ پیری میں بیماری کے مزید حملہ میں بھی ہمت نہ ہارا اگر یہ مستعدی نہ ہو تو ہم اپنی عصری عسکری تاریخ کا ایک بھی زریں باب تحریر نہ کر پائینگے امید ہے کہ شائقین ادارہ کی دونوں کتابوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں خرید کر دنیا کے چپہ چپہ میں پہونچائیں گے وھو حسبی ونعم الوکیل

اقل الحاج سید منظور امام زیدی صدر شعبہ
۱۱ ماہ رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ محمد خاتم النبیین وتمام عدۃ المرسلین وعلیٰ آلہ الطّیبین الطّاھرین واصحابہ المنتجبین

پہلا مقدمہ

کنکریوں میں موتی ڈھونڈنا سہل نہیں

مسلم اکثریت کا وہ طبقہ جو ہر نئی بات کو بدعت کہتا ہے کتاب و سنّت کی روشنی میں نہ تو قلندر کا وجود بتا سکا نہ اولیاء اللہ کے بے شمار تعداد میں ہونے کا اس کے پاس کوئی ثبوت موجود ہے۔ بھارت کی راجدھانی دلّی کو یہ شرف تھا کہ وہ بائیس خواجگان کی چوکھٹ عقیدتمندوں کی زبان میں کہی جاتی تھی اور جب اس طبقے سے فہرست پوچھی تو وہاں ۱۱۲ عرس ہوتے نظر آئے اور دیوبند میں جو مسلمانوں کا علمی مرکز ہے ۱۴۴ عرس اور بنارس میں ۹۲ بریلی روہیلکھنڈ میں ۹۳ دکھن میں ۸۸ بمبئی میں ۹۶ بارگاہیں ہیں جہاں بزرگانِ دین دفن ہیں اور بیشتر حضرات اس صدی کے ہیں جن سے قریب ہونے پر ہم کو ان کی روحانیت سے آگاہ ہونا چاہیئے تھا کاش جتنا روپیہ قبر پر سالانہ اجتماع میں صرف ہوتا ہے اس کا کچھ حصہ ناواقف سے تعارف میں خرچ ہوتا تو ہمارا قدیم فن رجال جو سب سے پرانا علم ہے ان ناموں سے خالی نہ ہوتا۔

بیرونجات سے استفسار ہو چکا ہے کہ برّی امام کے حالات کہاں ملیں گے کتابوں کے مرکز سے دور ہوں۔ وفیات الاخیار، گلدستۂ کرامات مفتی غلام سرور

نزہتہ الخواطر دکہن حدیقتہ الاولیار۔ سیر الاولیار۔ قاموس الرجال شرح انجمن آئینہ تصوّف کے مطالعے سے صوفی حضرات کی زندگی معلوم ہوتی ہے اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان کے کمالات میں کچھ تو یقیناً مریدوں کا عطیا و بخشش ہیں جس سے باخبر طبقہ بیزار ہے مثلاً آیہ ولایت پر بحث کرنے میں متکلمین شیعہ نے جب کہا کہ امام الاولیار کے رکوع میں انگوٹھی دینے پر آیت اتری تو فضیلت کو یہ کہہ کر مشکوک کیا گیا کہ جمع کی ضمیر ایک شخص کے لئے استعمال ہونا صحیح نہیں حالانکہ اشدّآء علی الکفار آیہ سورہ فتح کے تحت میں اس طبقے نے آیت کے ہر ٹکڑے کو ذات واحد پر چسپاں کیا اور اس وقت یہ عذر یاد نہیں رہا نبوی حدیث حب[لہ] الشئی یعمی و یصم چیزوں کی محبت اندھا اور بہرا کر دیتی ہے حق دکھائی نہیں دیتا۔ صحیح آواز کان تک نہیں پہونچتی اور اس طبقے میں پوری قوم کا اجماع عظیم ہے کہ دہلی میں نظام الدین اولیار کا مزار ہے اور اس پر غور نہیں کیا کہ ایک آدمی ولی تو ہو سکتا ہے اولیار کیوں کہتے ہو؟

حاشا اس تقریر سے مجھے کسی کی عزت کم کرنا نہیں ہے صرف عقیدت کا جائزہ لیا جا رہا ہے ہم جو کہیں سمجھ کر کہیں قرآن حکیم نے یقولون مالا یفعلون کس کی پہچان قرار دی ہے اس کو خود دریافت کر دو کشمکش حیات میں مسلمان کے لئے قرآنی حکم صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رہنا ہے اور اسلام سیدھے راستے کا نام ہے راہ راست پر چلنے اور اس کے امتحان پر کتاب خدا میں ۳۹ مقامات ہیں جہاں زور دیا گیا ہے کہ گم راہ نہ ہو ہم طول کلام کے

[لہ] صحیح سنن مصطفےٰ ص۶۹۹ طبع کراچی

ڈر سے آیتیں نذر قرطاس نہیں کرتے یہ اعداد و شمار دیکھ کر سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسانیت سے جس عدد کا گہرا تعلق ہے وہ تو ۴۰ کا عدد ہے رب العزت نے ایک عدد کی کمی کیوں کی گہری نظر کے بعد یہ شک دور ہو جاتا ہے کہ سورۂ حمد کا نام ہے سبع مثانی یہ سات آیتیں مکرر مکہ اور مدینہ میں نازل ہوئیں ہیں۔

لہٰذا صراطِ مستقیم کے تعارف میں چالیس آیات کی موجودگی میں مسلمانوں سے حکم فراموش کر دینے کا ڈر نہیں رہتا یہ راہ اس صورت میں طے ہوتی ہے کہ افراط و تفریط نہ ہو فرائض میں حد سے گذرنا ممنوع اور کوتاہی بھی جرم دونوں برابر سے گناہ ہیں ایک ڈھرّے پر پوری عمر گذرے اس کی مثال یہ ہے کہ ہم نہ قبر پرستی شروع کریں اور نہ مزاروں کی سربلند عمارتیں گرانے پر تیار رہوں قبر شکنی بھی زیادتی ہے درمیانی راہ ہے صراطِ مستقیم اور یہی نجات ہے۔ یہ حال تو مریدوں کا تھا اب رہے خود پیر تو وضع قطع میں بھی ان حضرات کا دستور سمجھ میں نہ آیا کبھی تو یہ کہا جاتا ہے کہ الٹے استرے سے سر جس کا منڈا ہو وہ قلندر ہے اور کبھی کاکل رکھنا پہچان ہوئی قلندری کی ہمارے بعض علمار کو مود سازی کا احساس ہوا اور انہوں نے فتویٰ دیا کہ کلین حجام ہیں (طریق النجات ص۳۹)

دوسرا مقدمہ

کثرتِ عرس

تقسیم شدہ بھارت میں عرسوں کی تعداد (۵۷۲) ہوتی ہے ظاہر ہے کہ اس میں سب سچے پیر نہ ہوں گے اور کچھ ذریعہ معاش کے لئے مصنوعی قبریں ہوں گی جیسا کہ ہم پاکستان میں دیکھا کرتے ہیں عہدِ مغلیہ کے

مشہور ادیب میرزا عبدالقادر بیدلؔ نے عاقل خاں کے نام جو خط لکھا اس میں وہ رقمطراز ہیں۔

"کاش غلط اندازیٔ[1] دست برو شعورے لنگوٹہ قلندری شما برمی ورید تا بآن لقب رسوائی در فکر گریبان چاکے تنگ می افتادید"

یہ نظریہ تو متن کا تھا محشی لکھتے ہیں۔ "لنگ خورد کہ درویشان بندند و قلندری منسوب بقلندران کہ فرقہ ایست از درویشان کہ فنا ر مطلق رسیدہ از رسم و عادت ظاہری رستہ باشند۔" لنگوٹہ وہ چھوٹی لنگی جو فقیر باندھا کرتے ہیں اور قلندری قلندر کی طرف منسوب ہے اور وہ ایک فرقہ ہے گداگروں کا جو فنا کے درجے پر پہونچا ہوا ہے اور معاشرے کی پابندی اور ظاہری رسوم سے آزاد ہے حاشیہ پہ لنگوٹہ کی تعریف یہ ہونا چاہئے تھی کہ جو پہلوان ورزش کے وقت اور اکھاڑے میں باندھ کر کشتی لڑتے ہیں اس کو پَہرّا بھی اردو میں کہتے ہیں۔ بیدلؔ نے جلب منفعت والے ہی قلندروں کا ذکر کیا ہے یہ نثر تھی حافظ غلام رسول شوقؔ جن کو قرآن مجید حفظ تھا اور وہ صرف شاعر ہی نہیں بلکہ حفاظ قرآن میں بھی ان کا نام آتا ہے غالباً ذوقؔ کے ہمعصر تھے وہ کہتے ہیں[2] ؎

شیخ بگھارے شیخی اپنی مفت کے لقمے کھاتا ہے
دودھ ملیدہ کھاتے ہیں یا مست قلندر کھچڑی

یہاں تک تو ٹھیک تھا کہ شاہ عبدالرحمٰن باورچی ٹولہ لکھنؤ سے قصر نواب سعادت علی خاں مرحوم ان کی رعیت ہوتے ہوئے نہ جائیں درویش امراء و حکام کی قید سے آزاد ہیں مگر یہ کہ نماز نہ پڑھیں، روزہ نہ رکھیں۔

---

[1] رقعات بیدل ص۱۰ مطبع نولکشور ایڈیشن سوئم سن ۱۳۰۱ھ [2] آب حیات، ۴۳

واجبات سے آزادی جب سلمان و ابوذر کو نہ ملی تو فقرار کی کیا ہستی ہے کتاب و سنت میں اسی چھوٹ (استثنار) کا کہیں ذکر نہیں ہے اور نہ کوئی ثبوت آج تک کسی قبر پرست نے پیش کیا حالانکہ جو روحانیت رکھتے تھے وہ تارک الصلوٰۃ نہ تھے دنیا دار اور شکم پرور مصنوعی پیروں کا ہی ذکر نہیں کرتا۔ ہر درویش مشرکین کی بستی میں نماز چھپ کے پڑھتا تھا۔ اگر وہ منظر عام پر مصلیٰ بچھائے تو ہاتھ باندھنے اور کھولنے کی تفریق میں اس کا مقصد تبلیغ فوت ہو جائے۔

کچھ یہ کہہ کر بچے کہ ہم کعبہ میں نماز پڑھتے ہیں اور کسی نے تقیۃً یہ کہا کہ ہم پر عبادات ساقط ہیں اور فنا فی اللہ کے درجے پر ہیں اس رویہ میں وہ فرقہ وارانہ بحث سے محفوظ رہے۔ ان کی سیرت پر قلم اٹھانے میں ہمارے پاس بڑا ذریعہ یہ ہے کہ انہوں نے کیا کہا اور جو کچھ فرمایا وہی ان کا ضمیر بھی تھا وہ دامن عصمت و طہارت سے ایک لمحے کے لئے جدا نہیں ہوئے۔ حالتِ نماز میں ستر عورتیں اس قدر ضروری ہے کہ کچھ علماء تو زانو تک کا چھپانا واجب سمجھتے ہیں محشی کا یہ کہنا کہ درویش لنگوٹ باندھتے ہیں صحیح نہیں ہے درویش بھی سب روحانیت کے درجے پر نہیں پہونچے ہیں ورنہ اکبرؔ الہ آبادی بیدھڑک نہ کہتے ؎

فقیروں کے گھروں میں لطف کی راتیں بھی آتی ہیں
زیارت کے لئے اکثر مسماتیں بھی آتی ہیں

کچھ قبریں تو یقیناً اہلبیتِ رسولؐ کی عداوت میں بنائی گئیں چنانچہ علی احمد رفعت بہاولپور کے تاریخی حالات میں لکھتے ہیں یہاں ایک اور قبر بلند ٹیلہ پر ہے مشہور ہے کہ یہ حضرت امام حسینؑ کے اتالیق کا مدفن ہے روزنامہ

جنگ کراچی ۱۲ر جنوری ۱۹۷۳ء) ، مارو گھٹنا پھوٹے آنکھ کی مثل پوری اترتی ہے کجا مدینہ رسولؐ کجا بہاولپور جس کا یامان طریقت نے بغداد جدید نام رکھا ہے۔ تاریخ عرب میں اتالیق کا عہدہ تشدہ تحقیق ہے اخبار جنگ کے حیثیت کے خلاف اقدامات میں یہ بھی ایک اقدام ہے پیغمبر اسلام کے تمام دوستدار نوٹ کر لیں۔ لسان العصر اکبرؒ نے وہی کہا ہے جو اقبال کا خیال ہے ؎

می شود ہر مو درازے خرقہ پوش — آہ ازیں سوداگرانِ دیں فروش
واعظ ما چشم بربت خانہ دوخت — مفتیٔ دین مبین فتوے فروخت

تیسرا مقدمہ

ابدال و اوتاد

تحقیق لفظ میں ولی پر کتاب نمبر ۲۹ میں بحث ہو چکی ہے مذہب اثنا عشری میں قطب اور غوث کا تو پتہ نہیں ہے جوشن کبیر پڑھنے والا ایک مرتبہ دعا پڑھنے میں سو مرتبہ انت الغوث الغوث کہہ کر مخلوق میں اس درجہ کی نفی کرتا ہے مسلم اکثریت ولی اور قطب کو ایک سمجھتی ہے چنانچہ غیاث اللغات کے ترجمے میں ہے قطب لقب اس ولی کا ہے جس کے قبضۂ اقتدار میں حکم الٰہی سے انتظام ملکی یا شہری عالم معنوی میں مفوض ہو۔ دعائی عمل ام داؤد میں حضرت امام جعفر صادقؑ نے ابدالؑ و اوتاد پر درود و سلام بھیجا ہے اور ان مقدس نفوس کو انبیاء و اوصیاء کے بعد دوسرا درجہ دیا ہے امام پیمبروں کے علاوہ اللہ کے محترم بندوں پر صلوات کا جواز اپنی جگہ کتاب و سنت سے ثابت ہے ان سے رابطے کے بعد درود دعائے مغفرت ہو کر رہ جاتا ہے میری نظر

قاصر میں کسی حدیث میں ابدال و اوتاد کی تعداد نہیں گذری مگر اغیار کی تحریر یہ ہے کہ "اوتاد بمعنی میخین وتد کی جمع اور اولیاء اللہ سے تمام دنیا میں چار تن ہیں"[۱] ہمارے جلیل عالم فخر الدین بن طریح کی ذمہ دارانہ تحقیق کا اردو ترجمہ یہ ہے "وہ فرماتے ہیں ابدال نیکوکار بندوں کا وہ گروہ ہے جن سے کبھی دنیا خالی نہیں رہتی جب ایک مر جاتا ہے خدا دوسرے کو قرار دیتا ہے اور آداب زفاف میں یہ حدیث بھی ہے کہ شب جمعہ کو عشاء کے بعد جنسی تعلقات کرنے والے زن و مرد کو خدا وہ اولاد عطا کرتا ہے جو ابدال میں شمار ہو سکتی ہے حدیث کی لفظیں یہ ہیں فانہ یرجیٰ ان یکون الولد من الابدال یہ وہ فرد ہیں جن کے برکات سے زمین اپنی جگہ ٹھہری رہتی ہے اور وہ سب کے سب ستر[۲] کی (ستر) تعداد میں ہیں ۴۰ شام میں ہیں اور ۳۰ دوسرے مقامات پر ان میں جو مر جاتا ہے اس کی جگہ خدا دوسرے کو دیتا ہے یہ تتمہ محقق نے "وفی ق" کہہ کر غالباً قاموس سے نقل کیا ہے اور ضروری نہیں ہے کہ ہم اس تفصیل کے قائل ہوں پاک میں حسن ابدال نامی شہر سے تصدیق ہوتی ہے۔ علامہ بیضاوی بہت بڑے مفسر نے اپنی تفسیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ بقول ابدالؑ میں عورتیں بھی محسوب ہیں۔ واضح رہے کہ اوتاد کا تقرب بھی اسی درجہ پر ہے اس لئے کہ ارشاد باری ہے وجعل الجبال اوتادا پہاڑوں کو زمین کی میخ قرار دیا حضرت سرور دو عالم صلوات اللہ وسلامہ علیہ کی وفات پر خضر نبی نے جب تعزیت کی تو مولا سے تخاطب میں کہا کنتؐ کالجبل لا تحرکہ العواصف ہاں خوب یاد آیا لکھنؤ کے

---

[۱] زین الفتی تفسیر حل اتی ص۶ وشافی ترجمہ کافی ص۶۲ طبع کراچی [۲] ص۳۲ جلد سوئم طبع مصر

سب سے بڑے مرجع خلقِ عالم شیخ عبدالقادر جیلانی کو فریادرس خلق تسلیم نہیں کرتے ان کا یہ رویہ میں نے بچشم خود ان کے جوابات میں دیکھا (فتاوای عبدالحیٔ ج ۱ ص۵۵ یوسفی پریس طبع ۱۳۳۰ھ لکھنؤ) اور یہی مولوی نور محمد نقشبندی کی رائے ہے[1] وہ غوث و رشد کے قائل نہیں یہ درحقیقت ان بڑھ عوام کی خوش عقیدگی ہے کہ وہ حیدرآباد دکھن[2] کی کمانوں پر ان سے خطاب کرکے دستم بگیر دیواروں پر لکھتے تھے اور وہی طبقہ کراچی پہونچکر لبوں پر اپنا سبق دہراتا ہے ہم کو ذرا بھی برا نہیں معلوم ہوتا۔ بھارت میں صبح ہوئی رام رام کی صدائیں سنتے تھے اور فتنہ و فساد کے موقعوں پر رنج بلی کی جے یہاں اللہ کے بندوں کا نام زبانوں پر آتا ہے پاکستان زندہ باد

سندھ کی بنجر اور ریتیلی زمین سیہون شریف پر میٹھی نیند سونے والا مہاجر شہباز لعل قلندر کو میں پہچنوانے نہیں بیٹھا ہوں ان کو بہت سارے لوگ اگلے زمانے کا سچا آدمی کھرا سیّد اور پیروں کا پیر قلندر سمجھتے ہیں ۵۳۶ھ شروع ہوچکا تھا کہ انھوں نے نجیب الطرفین سادات کے گھر میں جنم لیا کنبہ کے بڑے بوڑھوں نے دینی تعلیم دی ان کی رگ رگ میں خدا کی خدائی محمدؐ کی بادشاہی اور امامت کی کڑیوں کا نہ ٹوٹنے والا سلسلۂ مودت تھا علم کی دولت گھسیٹنے میں بچپن سے جوانی آئی عرب اور عجم کی خاک چھان کر اچھائیاں اور سکھ ڈھونڈنے میں تن من دھن کی قربانی سے مالامال ہوئے۔ آسمانی راج کی بخشش نے علم ظاہر و باطن سے سنوا دیا۔ باپ

---

[1] قرآن مترجم بدیع ترجمہ ص۶۲۶ [2] پھاٹک کو دکھن میں محراب دار عمارت ہونے سے کمان کہتے ہیں

سے زیادہ شفیق استادوں نے فضیلت کی پگڑی باندھی اوٹھتی کوپل تھے کہ شوقِ تبلیغ میں گھر سے نفرت ہوئی جہاں سنا کہ کمال کا دیا جل رہا ہے۔ پاؤں پیدل چلکر پہونچ گئے ٹمٹماتے ہوئے چراغ سے روشنی حاصل کی اور اس درجہ پر پہونچے کہ اساتذہ کو ہر شب چراغ سمجھے عرب و عجم میں جس کا آغازِ حیات ہو اس کو مہاجرت کی منزل پر آنے کے بعد اردو داں امتی غیر سید جنھیں بعض نے تو پہلے پہل قلم اٹھایا ہے تصنیف کی منزل ہمالیہ سے اونچی ہے۔ نیلے پیلے رنگوں سے دلچسپی رکھنے والے جو چاہیں کہیں وہ اس ملک کا رہنے والا نہیں ہے لال قلندر بھی تم نے یہ نہ سوچا کہ یہ مرد باہمت جس جگہ سے چلا تھا وہاں اردو زبان میں سرخ کو لال ایک بھی نہ کہتا تھا بات یہ تھی کہ لعل بدخشاں جواہرات میں سب سے بہتر سمجھا جاتا تھا اور سلطنت عباسیہ کے ایک زلزلہ[1] کا یہ پس منظر تھا کہ پہاڑ شق ہوکر لعل کی کان نمودار ہوئی اور معدن سے اس طرح کا نمونہ قدرت برآمد ہوا جس کو معدنیات سے دلچسپی رکھنے والے جانتے ہیں۔ عثمان مروندی کی حیثیت وطن میں لعل قطبی کی تھی جس کو گرد و پیش کے عوام نے اپنے ذہنی تصور سے کبھی [illegible] پرستش سمجھا اور صابر سکندری نے ان کے مصرعہ۔ گہے بر خار می رقصم کا اپنے مقالہ[2] میں یہ مطلب سمجھا ہے کہ وہ کانٹوں پر کردتیں لے لے کے ناچتے اور لہولہان ہوتے حالانکہ اسلامی آئین میں خون کی طہارت کا حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کوئی فرقہ قائل نہیں درہم بغلی کے برابر خون اگر بند نہ ہوتا ہو تو نمازی مجبور ہے ورنہ حجاز سے گذرنے والا اور سندھ کے قحط آب سے جو دوچار ہو وہ خود اپنا خون بہائے عقل میں آنے والی بات نہیں ایسے افعال کو ہنر سمجھنے والے وہی۔

---

[1] غیاث اللغات [2] اخبار جنگ ۱۰ ستمبر ۱۹۷۳ء

کورانہ محبت اور مغربی ذہنیت رکھتے ہیں جو کسی خاتون کے دریا میں تیراکی کا ۴۸ گھنٹے تک اعلان کرکے تحسین و آفرین کی صدا بلند کرتے اور تمغہ دیتے ہیں یا کسی نوجوان کے کئی کئی دن سائیکل پر مسلسل چلتے رہنے پر انعام اور بخشش فرض سمجھتے ہیں عورت بیچاری کے کمال کو سنکر تو ہم خاموش ہیں۔ وہ ان دنوں میں ہوگی جب نماز کا وجوب نہ تھا مگر ان مرد صاحب سے کون پوچھے کہ کتنی نمازیں جان بوجھ کر قضا ہوئیں ان سے زیادہ مداخلت فی الدین کا سنگین جرم ثنا وصفت کرنے والوں پر ہے جو مجرم کو سرفراز کرتے ہیں یہ وہ مصیبت ہے جس سے ہادیانِ دین نے دوری طلب کی ہے اللّٰھم لا تجعل مصیبتنا فی دیننا خدایا دین میں ہمارے کوئی مصیبت نہ آئے مدیر سکندری صاحب اگر آپ کا ترجمہ صحیح ہے[1] تو آتش مرحوم کا یہ شعر ؎

ابروئے یار کا ہے سر میں جنھوں کے سودا
رقص وہ لوگ کیا کرتے ہیں تلواروں پر

بزم عشاق میں ایسا کوئی ناچ دکھائیں گے۔

لعل قلندر جیو کی پاکیزگی (تزکیۂ نفس) سے بھی طالب علمی میں فارغ ہوئے تو مقبول خلائق ہونے کے لئے چلتے کھنچے۔ نجف و کربلا کاظمین و سامرہ کی بارگاہ میں حاضری دی حرمین کی زیارت کا شرف حاصل کیا اجداد کی قبروں سے رخصت ہو کر پڑوسی ملکوں میں توحید کا ترانہ بلند کرنے پر آمادہ ہوئے سچ پوچھو تو وہی تھے جنھوں نے دیس کی پرواہ نہ کی۔ دھن دولت کو ٹھوکر ماری رشتہ ناطہ سے منہ موڑا باپ، دادا، پردادا اور سکڑ دادا کے دین کو ملک پہونچانے کے لئے آج سے آٹھ سو برس پہلے کی بات

---

[1] آب حیات صہ ۳۹۲ افسوس مجاز کو حقیقت نہ سمجھو

ہے سندھ آ گئے یہاں بڑے بڑے کافروں مشرکوں کے جمگھٹے تھے بت پرستی کا زور تھا مورتیوں کی پوجا سورج کے درشن، کسی جگہ جل کی پرستش ہوتی تھی دھرتی کا رنگ دیکھتے ہوئے ہر طرف سے گذرے۔ سیکڑوں سال پہلے سفر کی سختی سے سید کو گھبراہٹ نہیں ہوئی کٹھن وقت آنے یا کسمپرسی کا سامنا ہونے پر نیک ارادوں کے کنواڑ بند نہیں کئے آسمان کے تارے ان کے سراہنے کا گویا وعدہ کر چکے تھے فلکیات ان کا کیا بگاڑتے طریقت کا راستہ اختیار کرنے والا پردیسی شریعت کی خلاف ورزی کا اندیشہ رکھتا ہوا محقق سے شرائع کا سبق لے چکا تھا دوسرے بزرگان دین سے ملتے ہوئے سیہون کی پھیلی زمین پر ٹھہر گئے آپ نے مادری عربی زبان کو رواج دینے کے لئے میزان الصرف لکھی نام اپنا چھپایا تھا خلوص کی ہوائیں ڈھکی ہوئی چیز کو کھول دیتی ہیں جاننے والے جان گئے جس کا قلم تھا اس کا نام یاد رکھتے ہیں بھول چوک سے بچے ہوئے ورق اس قدر اہم تھے کہ نام تاریخ میں محفوظ ہو گیا یہ ان کی پہلی کرامت تھی کہ پریس جب ایجاد نہ ہوا تھا اس وقت کتاب نشر ہوئی سیکڑوں بار چھپی وہ کون تھے جن سے پریم ہے وہ کس نصیب ورباب کے بیٹے تھے جن کی سوانح حیات کو انگریزی، سندھی، اردو میں دیکھ کر جو کچھ میری سمجھ میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ شاید ابراہیم مجاب کی نسل ہے جس نے ادھر کا رخ کیا ان کا سادات سے ہونا تو سورج کی کرن سے زیادہ سیدھی بات ہے مگر یہ کہ وہ اسماعیلی تھے ٹھیک نہیں غلط ہے وہ ساتویں امام کی امامت کے قائل ہیں ؎

موسیٰ کاظم آں امام بحق است
منکر او کافر مطلق است

اس بیت کے بعد ان کے اسمٰعیلی ہونے کا شبہ نہیں کل کو کوئی یہ نہ کہے

کروہ قادیانی تھے مرزائیت سے پہلے دن کا زمانہ تھا ذرا سوچ سمجھ کر قلم اٹھاؤ شاید تم نے اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں لکھی نامور آدمیوں کو ہر طبقہ اپناتا ہے ۔ یہ کمزوری ہے کہ ہمارے سرمایہ پر دوسرا قبضہ کرے ولایت کی پہچان قرآن حکیم نے سورہ جمعہ شریف میں موت کی آرزو قرار دی ہے وہ اگر مرنے سے ڈرتے تو رام راج میں قدم نہ رکھتے ۔ ان کی شان بتیس ۳۲ دانتوں میں زبان کی ایسی تھی حافظ حقیقی نے ان کو سندھی مشرکین کی شر سے بچایا وہ عاشق اہل بیت تھے اور دستور مذہب کے ایسے پابند تھے کہ غیر مسلم بستی میں کئی کئی دن فاقہ کرتے اور پیٹ پر پتھر باندھتے وہ اجمیر شریف کے آگے بڑھتے مگر انھیں اچھا معلوم نہیں ہوا کہ جس بستی پر ان کے اسلاف کی للچائی ہوئی نظریں پڑیں اور جہاں وہ وحدانیت کے بیج بو چکے اسے ادھورا چھوڑ کر دوسری جگہ جاتے وہ جانتے تھے کہ ۳۹ھ میں امام الاولیا، حضرت علی کرم اللہ وجہ ان کے آقائے نامدار نے حرث بن مرہ عبدی کی قیادت میں فوج بھیجکر سندھ کا ایک علاقہ فتح کر لیا تھا نقش اول کو باقی رکھنا ان کا پہلا فرض تھا مولا کے سندھ آنے کی خبر بھی ان کے علم میں ہوگی راتیں عبادت میں بسر کیں نعرۂ تکبیر ان کا ڈنکہ تھا یا علیؑ کی گھنگرج آواز بت شکنی کا کام کرتی توکل ان کی فوج یقیں سرمایہ تھا جس نے سید کے منصوبہ اور آواز کو دور دور پہونچایا ۔

تقیہ کا سہارا لینا تو ان کی سوانح حیات سے ثابت نہیں اور نہ وہ کفار سے رسمی رواداری کے حامی تھے آزادئ فکر ان کا رویہ تولا ر تبرا کے پرامن اصولِ زندگی پر وہ کاربند رہے اور سید ہوتے ہوئے غلامی اہلبیت کے دعوے نے ان کو اونچا کیا ۔ عثمان، حضرت علیؑ کے ایک صاحبزادے کا نام تھا جو پیغمبر کے ذی علم صحابی عثمان بن مظعون کے ہمنام تھے ماں باپ کی یہ اعلیٰ فراست

تھی کہ فرزند کا جو نام رکھا وہ آل واصحاب دونوں کی روشنی میں تھا ۔ الحمد للہ کہ ان کی مقدس سیرت پر ناچیز مصنّف کا یہ دوسرا شاہکار ہے اور دنیا کو بتانا ہے کہ وہ مہاجر تھے سہ

آنکہ در سندھ زمین آسودہ لال شہباز قلندر بودہ

قوم کے رشد و ہدایت کے ارادوں کو پورا کرنے والا انسان گوشۂ تنہائی میں نہیں رہ سکتا اور اس کے عزم کی پختگی چاہتی ہے کہ وہ عوامی زندگی کو راہِ راست پر لانے والے اسباب اختیار کرے تو تائید ایزدی ساتھ دے گی اور مشرکین کی بستی میں وہ گمنام نہیں رہ سکتا ۔

دنیا کو حیرت ہوتی ہے یہ معلوم کرکے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کا ایسا زینت محراب و مسجد دنیا سے بے بہرہ امام اتوار کے دن کی دعا میں اللہ سے خواہش کرتا ہے کہ مجھ کو میرے گھرانے اور قوم میں باعزت دہر دلعزیز رکھ یہ مناجات اپنے لئے نہ تھی بلکہ قوم کے فلاح و بہبود آپ کے روبرو ہے جب قوم میں ہر دلعزیزی ہوگی تو اس کو آسانی سے اس کے نشیب و فراز سمجھا سکیں گے اور تبلیغ و اصلاح میں سہولت ہوگی عثمان مروندی علیہ الرحمہ کی مدح کا حق اس طرح ادا نہیں ہوتا کہ ان کو قلندر محض اور معاذ اللہ رقص کے گھناؤنے محل پر دیکھا جائے اور اس کی مقبولیت میں صرف دھمال سے مقدس سیرت کو لبریز کریں علمی گوشے حکیمانہ پہلو دانشمندانہ انداز جس کی لائف میں ہوں وہ سطحی اور قشری عنوانات کا محتاج ہے جبکہ اکاڈیمی ان کے نام پر قائم ہو چکی تو آج نہیں کل ان کے مزید اشعار منظر عام پر آئیں شعر عصر رفتہ کی تاریخ ہے اس کے روشن پہلو نظر انداز نہ ہوں مقبولیت مستقل عنوان ہے جس پر سیر حاصل بحث ہونا چاہیئے بڑی مسرت ہے ۔ اس

بنا بر کہ ان کے مزار کا سالانہ اجتماع پرامن رہا اور موجودہ پر آشوب میں جو یادگار برسہا برس سے قائم ہے وہ انجام پا گئی ان کی یادگار باقی یا اولاد نرینہ کے مرادف کتاب میزان الصرف ہے جو بلا مبالغہ لاکھوں کی تعداد میں چھپی اور ملک کا ہر عربی داں اس اساسی شاہکار کا شرمندۂ احسان ہے مقبولیت کیونکر پیدا ہوتی ہے۔

پہلی مثال قاضی میر ہاشم علی صاحب ہمعصرِ غالب کا یہ شعر مقبول ہوا ہے ؎

مثالِ آسیہ ظلم و ستم ایجاد کرتے ہیں
کہ خود ہی پیستے ہیں اور خود ہی فریاد کرتے ہیں

ایک دوسرے باکمال نے تخیل کی بلندی فکر کی پرواز کو سامنے رکھ کر بے ساختہ کہا ؎

کنجِ عزلت میں مثالِ آسیہ ہوں گوشہ گیر
رزق پہونچاتا ہے گھر بیٹھے خدا میرے لئے

میر انیس مرحوم نے فرمایا ؎

گردش عبث ہے کنج قناعت میں بیٹھ رہ
رزاق نے رزق خلق کیا آسیہ کے ساتھ

میر کلو عرش نے کہا ؎

آسیہ کہتی ہے صبح با آوازِ بلند
رزق سے بھرتا ہے رزاق دہن پتھر کا

حفیظ دہلوی نے کہا ؎

مثالِ دانہ پستا ہوں شب و روز
فلک کی آسیہ ہے اور میں ہوں

بالکل اسی طرح میزان الصرف کا نام اور کام مقبول ہونے پر—

(۱) حکیم محمد ارزانی نے میزان الطب فارسی میں لکھی جو فن طب یونانی کی ابتدائی تعلیم میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے نولکشور نے ۱۸۸۹ء ۱۹۴ صفحات پر چھاپی (۲) بدیع المیزان تصنیف ہوئی (۳) میزان منطق عرصہ وجود میں آئی (۴) شمس الدین محمد بن احمد ذہبی نے جن کی وفات ۷۴۹ھ

ہے میزان الاعتدال تصنیف کی (۵) شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی نے جن کی وفات ۸۵۲ھ ہے اپنی کتاب کا نام لسان المیزان رکھا (۶) نام نے وہ مقبولیت حاصل کی کہ دیگر علوم و فنون میں اس نام پر بامید قبول اور بھی کتابوں کے نام رکھے گئے یہاں تک کہ برصغیر میں انگریزوں کے تسلط پر پادری فنڈر نے میزان الحق لکھی اور اسلام پر بیجا خامہ فرسائی کی جس کے کثرت سے جوابات ہوئے (۷) آخر میں اس خادمِ دین نے قوم جن کے وجدان کے آثار و خدمات پر المیزان فی احکام الجان نذر قرطاس کی جو قسط[1] وار پنجاب کے جرائد میں طبع ہوئی سید کے تتبع میں یہ بین الاقوامی ثبوت ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نام رکھنے میں وہ تمام دنیا، اسلام کے مصنفین پر سابق ہیں اور لفظ کو جس جس نے استعمال کیا وہ بعد کی پیداوار ہے اور قلندر کی پسندیدہ لفظ صدیوں صاحبان کمال کے تصرف میں رہ کر خدمتِ خلق کا ذریعہ ہوئی اس کا نام ہے اخلاص اور یہ ہے خدا کی وہ مرحمت جس سے اس کے خاص بندے سرفراز ہوتے ہیں۔

دوسری مثال ایک کتاب عہد نصیر الدین حیدر شاہ اودھ میں بحر المصائب نامی مطبع سلطانی سے جد امجد حضرت سید العلماء سید حسین علیین مکان کی تقریظ سے آراستہ طبع ہوئی مولوی امداد علی بن احمد علی کیرانوی ضلع مظفرنگر اس کے کامیاب مصنف خاندانی تلامذہ میں تھے زورِ قلم نے وہ مقبولیت حاصل کی کہ ان کے بعد دوسرے اہلِ قلم نے نہر المصائب۔ دُر المصائب

---

[1] ۱۹۳۴ء

ینبوع المصائب۔ شرعۃ المصائب پھر بحور الغمہ پوری ایک صدی تک خوش نصیب مصنف کے نام کتاب سے اقتباس کرکے دوسرے مؤلفین فائدہ اٹھاتے رہے ہیں اور اس سلسلہ کی جو کتاب سامنے آئی پہلے مصنف کی یاد تازہ ہوتی ہے حضرت عثمان مروندی کے رشحات فکر کی یہ مقبولیت ہے کہ بعد کے اہل قلم ان کی کتاب پر اپنی کتابوں کے نام لکھتے رہے۔

لال قلندرؒ کا مذہب عیاں راجہ بیان

سید کی محترم ذات پر قلم اٹھاتے ہیں مطبوعہ لائف اوّل سے آخر تک پڑھ جائیں کہیں اس بات پر زور نہیں دیا ہے کہ ان کا کس مذہب سے تعلق تھا اور نہ اس کی ضرورت تھی۔ میر انیس کے مذہب پر کوئی قلم اٹھائے تو وہ تحصیل حاصل سمجھی جائے گی۔ کراچی کے روزنامہ جسارت میں ایک مقالہ شائع ہوا جس میں مضمون نویس نے یہ محسوس کیا کہ سرپرست جمعیت غدام عزا نے کتاب اس لیے لکھی ہے کہ وہ اثنا عشری فرقہ سے تھے یہ ذکر ہے اکتوبر ۱۹۷۲ء کا۔ خطیب عالم اسلام حضرت علامہ رشید ترابی نے ماہ رمضان المبارک کی وعظ میں اس غلط فہمی کو پوری طاقت سے دور کیا مجھے سوء اتفاق سے نہ یہ نمبر ملا اور نہ ممدوح کی وعظ میں اس موقع پر موجود تھا

شیعیت نام ہے اس مسلک کا جو حضرت نوحؑ کے زمانے سے پایا جاتا ہے جسارت کی یہ جدوجہد ایک عظیم شخصیت کو محدود بنانے سے اس کی مدح نہیں قدح ہے۔ دعویٰ پر دلیل یہ پیش کی کہ سیہون شریف میں مزار پر قوالی ہوتی ہے اور قوالی مذہب امامیہ میں جائز نہیں تو وہ مسلک اہل بیت سے وابستہ کیونکر ہو سکتے ہیں۔

قوالی کا جائزہ مزار شریف پر ڈھول اور گانا یہ نکتہ اس مرد لاعلم کا ہے

جو لا تزر وازرۃ وزر اخری آیہ قرآن سے بے خبر ہے ایک طبقے کا فعل مرنے والے سے کیا رابطہ رکھتا ہے اس کو ذوق سلیم سے پوچھو

ہمیں کیا تربت پر جو میلے رہینگے ۔ تہِ خاک ہم تو اکیلے رہیں گے

نامہ نگار جسارت یہ سمجھتا ہے کہ قوالی صرف فرقہ امامیہ میں ناروا ہے حالانکہ شیعہ سنی کی ایک بڑی اکثریت اس کو پسند نہیں کرتی علماء اسلام کے فتاوی دیکھنے والا اس کو ایک محدود طبقے کا فعل قرار دیتا ہے۔ ترجمہ قرآن مترجمہ حضرت شاہ رفیع الدین مرحوم کا حاشیہ دیکھو۔

وہ مسلمان[1] جو رسولؐ کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں قبروں پر ناچ اور ڈھولک بجاتے ہیں اور قبروں پر عرض کرتے ہیں وہ یہودی سے کم نہیں۔ خادم العلماء والمشائخ نور محمد نقشبندی چشتی

لکھنؤ کے سب سے بڑے فلسفی اور جید عالم مولوی شاہ عین القضاۃ صاحب جنھوں نے ۲ رجب ۱۳۴۳ھ خاکدان ہستی سے منہ موڑا۔ قوالی کے سخت ترین مخالف تھے اور مدرسہ فرقانیہ میں جو بانار چوک اور وکٹوریہ اسٹریٹ کے بیچ میں واقع ہے کبھی قوالی نہیں ہوئی۔ سماع اختلافی مسئلہ ہے ان حالات میں ہم کو تو حق نہیں جو کچھ کہیں قبر میں سونے والا بے بس ہے۔ بہتیرے علماء اس ہڑبونگ کو لغو سمجھتے ہیں صاحبِ قبر کے عقیدے پر استدلال غلط ہے۔

آخر میں مقالہ نگار نے وہ قدیم حربہ استعمال کیا ہے جس کی خانہ سازی بار بار واضح ہو چکی ہے اور یہ کہنا حد درجہ کمزور ہے کہ پیش کردہ اشعار

---

[1] قرآن شریف مترجم بدون ترجمہ ص۵۰۸ طبع دہلی ۱۹۲۷ء

ان کے نہیں دوسرے شاعر کے ہیں ؎

حیدری ام قلندرم مستم　　بندہ مرتضیٰ علیؑ ہستم

یہ اشعار اگر مصنف نے حیات القلوب جامع عباسی شیعہ کتب سے نقل کئے ہوتے تو نامہ نگار جسارت کو شبہ کی گنجائش تھی مزار شریف سے جو مسلسل کتابیں نکل رہی ہیں اشعار ان سے ماخوذ ہیں معترض اور منکر اگر تاریخی و ادبی خدمت چاہتا ہے تو ان کتابوں کی اشاعت کے وقت خدام مزار کو ان کی فریب کاری پر ٹوکے ہم پر نکتہ چینی مشت بعد از جنگ ہے۔ یاد رکھو قلندر صرف اس طبقے کے نہیں ہیں جو گانا بجانا فریضۂ زیارت سمجھتا ہے ہم عقل اور تاریخ کی روشنی میں کتاب و سنت کا فانوس لے کر ان کا اور کل اولیاء کا چہرہ دیکھتے ہیں ؎

بیاں میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے　　ترے دماغ میں بتخانہ ہو تو کیا کہئے

ندامت اور خجالت کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے علماء میں تو کسی نے ممدوح کی شخصیت پر قلم اٹھایا ہی نہیں بعض ایسے افراد متوجہ ہوئے جن کا پہلا اور آخری شاہکار سیرت قلندر تھی وہ جس ماحول میں تھے ان نقوش کو ابھارا اور ذات محدود ہو کر رہ گئی بلکہ یہ عرض کروں کہ جو فلک اطلس پر شہرت و عظمت کے تھا اس کو صرف دنیادار رہنے دیا۔ قوم کا یہ وطیرہ انبیاء و اولیاء کے ساتھ تھا جو ان کی معرفت میں صاحبان عرفان سے بہت پیچھے تھے مسلمانوں کے تمام فرقے غنا کو کار ثواب نہیں سمجھتے صحاح ستہ میں اس سے نفرت پر حدیثیں موجود ہیں چنانچہ صحیح سنن مصطفےٰ ابوداؤد میں جو روایات ہیں ان میں احمد بن عبیداللہ۔ ولید بن مسلم۔ سعید بن عبدالعزیز سلیمان بن موسیٰ سے روایت کرتے ہیں اور وہ نافع سے روایت کرتا ہے کہ

حضرت عبداللہ بن عمر[1] نے مزمار (ایک قسم کا باجا) بجتے سنکر اپنے کانوں میں انگلیاں دیں اور راستہ بدل دیا آگے بڑھ کر مجھ سے پوچھا کیوں نافع تم نے نہیں سنا. میں نے کہا نہیں۔ فرمایا ہم رسولؐ خدا کے ساتھ تھے کہ ایسے ہی باجے کی آواز آئی اور سرکار نے کان میں انگلیاں دیں۔

حاشیہ پر اس نو طبع اڈیشن کے جو احادیث ہیں اس میں ابن مسعود[2] ایسے عظیم المرتبت صحابی کا ارشاد ہے کہ قرآن شریف میں لھوالحدیث سے مراد غنا ہے اور حضور اکرمؐ نے رات کے اندھیرے میں کسی بدنصیب مسلمان کو گاتے سنا تو فرمایا کہ اس کی نماز قبول نہیں تین مرتبہ زبان مبارک پر یہی جاری ہوا علماء نے غنا[3] کی حرمت کا فتویٰ اس لئے دیا ہے اور محفل غنا میں بیٹھنا قادح عدالت[4] ہے۔ خلفاء بنی عباس جو بڑی اکثریت کے اولوالامر تھے ان میں بھی کچھ غنا[5] سے پرہیز کرتے تھے ان احادیث کی روشنی میں سیکڑوں برس کے مرشد اور سہارا کے لئے ہم کیونکر گوارا کریں. کہ وہ ایک طبقے کا ہو کر رہے اور اس تہذیب یافتہ دور میں بجائے قرآن خوانی ہنگامہ آرائی تہذیب سمجھی جائے اخبارات میں مراسلے چھپا کرتے ہیں کہ قوالی سے اہل ہمسایہ کو رات کی نیند حرام ہو گئی اشرف علی شمسی نے حکومت[6] کو متوجہ کیا تھا کہ قوالی میں ملازمت پیشہ طبقے کی نیند حرام ہوتی ہے لہذا گیارہ بجے رات کے بعد اجازت نہ ہو۔ بھیانک آوازیں سنکر

---

[1] سنن داؤد ص۶۷۴ طبع کراچی　[3] غایۃ الاوطار ترجمہ اردو درمختار طبع نولکشور ص۲۹۵ ۱۸۷۶ء　[4] ص۳۰ منہ　[5] تاریخ الخلفاء ص۲۲۶ طبع لاہور قدیم

[6] روزنامہ جنگ ۴ر نومبر ۱۹۶۰ء

طالب علم امتحان پر تیار نہیں ہو سکتے جن مریضوں کی شدت مرض میں آنکھ لگ گئی تھی وہ بستر پر جاگ گئے اور کروٹیں لے رہے ہیں اور جو نماز تہجد کے عادی ہیں وہ دھما چوکڑی میں نماز کی رکعتیں بھول جاتے ہیں۔ کراچی کا کثیر الاشاعت روزنامہ جنگ مورخہ ۹ جون ۱۹۶۹ء کے صفحات میں تعلیم حاصل کرنے والے نوجوانوں کی فریاد صحیح احتجاج ہے اس ناسور کو بند ہونا چاہیئے اور معاشرہ ترک تعاون پر تیار رہے شادی بیاہ میں رقص و سرود اگر اسراف اور تضیع اوقات ہے تو پیر جو دنیا کے فانی ہونے کا موعظہ ہے اور زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

ننگے ناچنا

نام نہاد مرید اپنے پیروں کی اس صفت کو بھی قبیح نہیں کہتے کہ وہ بغیر تہمد یا لنگی، پاجامہ پہننے کے عادی نہ تھے یہ بھی احکام اسلام کی سخت خلاف ورزی اور تہذیب سوز بلکہ انسانیت پاش روش ہے اس کو جاہل طبقے کے بے خبر عوام نے سادھوؤں کے گروہ کو دیکھ کر صفت سمجھ لیا ورنہ کوئی عاقل ننگا نہ ہوگا اور جو برہنہ ہو وہ پاگل اور سڑی ہے خیریت ہوئی کہ قلندر کے شہباز لقب اور سرخ پوش ہونے کی روایت نے اس شبہ کو دور کر دیا لال کپڑے جو پہنے ہو اس کے لئے ننگا ہونا متضاد بات ہے ننگے پاؤں ہونا اور بات ہے بشر حافی کی جو شان تھی انہوں نے جوتہ نہیں پہنا اور نماز عید اور نماز میت وغیرہ پڑھانے کے اوقات میں سیرت حضرت امیرؑ ہے کہ پائے اقدس میں نعلین نہ ہو۔ مولانا شیخ محمد حسن صاحب مرحوم بمبئی کے مقدس اور مرجع خلق عالم عید کے دن ننگے پیر اور مدیر الواعظ مسجد تحسین لکھنؤ کی نماز عید میں گھر سے برہنہ پا مصلے تک پہونچتے ہاں ایک صورت جواز کی صحرا میں زندگی

بسر کرنے والوں اور بادیہ نشین فقراء کے لئے یہ ہے کہ اگر وہ شیر کے ڈر میں ننگے ہوں تو جان بچانا درندوں سے واجب ہے اور علم حیوان میں یہ مسئلہ طے ہے کہ باگھ برہنہ پر حملہ نہیں کرتا عریانی جنگل میں قیام کی وجہ سے ہو سکتی ہے لال شہباز قلندر کے مصنف نے شیر خدا کی اسی صفت پر اپنی کتاب میں جنگ صفین کو یاد کر کے اشارہ کیا ہے۔

(۲)

اب رہا خود قلندر کا رقص کرنا یہ ناچ دیکھنے سے بھی زیادہ بری بات ہے رقص کو انگریزی میں DANCE اور پنجابی میں بھنگڑا کہتے ہیں یہ ارباب عیش و نشاط کا کام ہے تارک الدنیا فقیروں کو اس سے کیا کام۔ ناچنا ماموں[1] رشید کی لائف میں تو پایا جاتا ہے۔ ہم کو وہم بھی نہیں کہ قلندر ناچتے تھے اب دنیا بہت زیادہ گمراہی ضلالت بدعت سے دور ہو چکی ہے علم کی شمعیں ہر طرف روشن ہیں تعجب ہے ان مقالہ نگاروں سے جو مدح کے اشعار میں رقص کا ترجمہ کرتے ہیں ناچنے کی خبر ہے کاش لغات کشوری دیکھتے رقص کے معنی ہیں سیر کے اور یہ اولیاء کا خاص مقصد ہے لہٰذا مجھے مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ قلندر کو وسعت خیال سے دیکھنے والے اس کے دوست اور مدح خواں کم ہیں اور ان کی تصویر کشی کرنے والے اگر مجاز کو حقیقت سمجھتے ہیں تو علاج کے لئے میزان الطب کا مطالعہ کریں انسان کے امراض جلدی میں ایک بیماری ہے بنات اللیل جس کی تشریح میں حکیم محمد ارزانی طبیب عصر رقمطراز ہیں۔ بثور حلب شدید کہ[2] وقت شب وہنگام سرما پدید آید خارش

---

[1] مخلات طبع مصر ص۱۸۸

[2] میزان الطب ص۱۷۲ طبع نول کشور

کنندہ۔ لفظا کا ترجمہ تو ہے کہ رات کی لڑکیاں اور کوئی عقلمند اس ترجمہ کو اختیار نہیں کرے گا معلوم ہوا کہ مجازاً یہ نام ہے یہ ایک قسم کے آبلے ہیں جو جاڑوں میں رات کو سونے والے کے جسم میں ظاہر ہوتے اور کھجلی سے تکلیف محسوس ہوتی ہے بنات اللیل مجازاً ہے اس کو حقیقت سمجھنا قابل افسوس ہے اس قسم کی اور بھی مثالیں سامنے ہیں اس کے پیش کرنے میں فائدہ یہ ہوا کہ سیرت نبیؐ میں بنات رسولؐ کے معنی بھی سمجھ میں آسکتے ہیں اگر ذوقِ سلیم ہو۔ لے پالک کو بیٹی کہنا مجاز ہے وہ صلبی لڑکیاں نہ تھیں یہی حال قلندر کے اشعار میں لفظ رقص کا ہے لغوی معنی قرار دینے میں سیرت کتاب و سنت سے قریب ہوتی ہے اور احکام شرع سے آزادی کا داغ دامن تک نہیں پہونچتا۔

ملحوظ خاطر رہے کہ اولیاء کرام کا وہ طبقہ زیادہ عزت کا حقدار ہے جو اولادِ رسولؐ سے ہے الحمد للہ کہ ان تقریروں کے بعد ثابت ہوتا ہے کہ وہ عوام ہی نہیں خاص الخاص ہیں نکتہ المرء یقیس علی نفسہ آدمی اپنے نفس پر قیاس کرتا ہے یہ تو وہ مقدس خانوادہ ہے جس میں اگر کوئی اخیار میں نہ ہو جب بھی ہم اس پر ناک بھوں چڑھا نہیں سکتے و نعم ما قیل

سادات برترانہ بحکم سینجلی — اولادِ مصطفےٰ و جگر گوشہ علیؑ
برفعل شاں مکن نظر از روی جاہلی — الصالحون للہ و الطالحون لی

کفر کا فتویٰ

یہ بیماری آج مسلمانوں میں نئی نہیں ہے کہ ایک مولوی اپنے بازار کے سرد پڑجانے کے ڈر میں دوسرے مولوی غریب پر کفر کا فتویٰ صادر کرتا ہے ابھی کل کی بات ہے کہ مولانا مودودی صاحب کا ایسا خدمتِ خلق میں معروف عالم اور اپنی جماعت کا صدر اور[1] اس

---

[1] اخبار جنگ۔ ۳۰ اکتوبر ۱۹۶۹ء کالم ۲ ص ۱

کے خلاف ۱۳ علماء نے فتویٰ دیا کہ ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں تحریری اختلاف بھی ہوتا رہا اور آمنے سامنے سخت کلامی بھی ہوئی تحریکِ آزادی کے روحِ رواں مولانا شوکت علی اور حسرت موہانی ایک موقع پر قریب تھا کہ دست و گریباں ہو جائیں اخبارات میں یہ جھگڑے موجود[1] ہیں اسی طرح بابائے[2] اردو کو مولانا شبلی نعمانی سے کیا پرخاش تھی ایم اے او کالج علیگڈھ میں[3] وہ شاگرد رہ چکے تھے ان کی کتابوں میں جہاں جہاں شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر آیا ہے انھوں نے نشتر چلانے میں تامل نہیں کیا۔ جب اختلافات کا آج یہ حال ہے تو اس وقت کیا کچھ نہ ہوگا۔ عطیہ بیگم کے خطوط منظر عام پر لانے میں سب سے بڑا ہاتھ ان کا تھا۔

لال شہباز قلندر طبع انٹرنیشنل پریس کراچی کے فاضل مصنف نے ان پر کفر کے فتوے کا جو رجحان ظاہر کیا تھا وہ مطالعہ کو وسعت دینے پر رغبت کو تقویت پہونچاتا ہے۔ حضرت عثمان مروندیؒ کے مکتب فکر میں آلِ رسول کی مدح و ثنا پر جس قدر زیادہ اشعار پائے گئے وہی نواصب کی نظر میں ان کا جرم تھے۔ چنانچہ خود سندھ میں آباد رہنے والے عالم مدح حضرت علیؑ میں غلو کو شرک قرار دے کر قتل کا حکم دیتے تھے یقین نہ آئے تو کتاب وسیلۃ الغریب الی جناب الحبیب

---

[1] منادی دہلی جلد ۹ ۳ ۱۹۶۶ء

[2] اگر سچ پوچھئے تو تاج العلماء سید علی محمد رحمۃ اللہ علیہ جن کے کمال کی عمر جونپور میں گذری بابائے اردو وہ تھے شیرِ خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خطبہ شقشقیہ کا وہ ترجمہ کرتے ہیں کلنگ کا ٹیکرا ان کا ترجمہ قرآن اردو حاجی داؤد لائبریری میں موجود ہے عمران کے بچے یا اللہ کا سورہ، مکھی کا سورہ، مکڑی کا سورہ اس اسلوب نگارش اور ارادوں کے وہ خالق تھے سنتا ہوں کہ کراچی میں ان کی اولاد بھی موجود ہے

[3] اخبار جنگ ۱۰ اگست ۱۹۶۳ء

اٹھا کر دیکھئے حضرت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کے احکام کو مولوی غلام مصطفےٰ قاسمی نے بستانِ رسولؐ حیدر آباد کی طرف سے حال ہی میں شائع کیا ہے اس میں دار قطنی سے حدیثِ رسولؐ نقل کی ہے۔ سرکارِ دو عالمؐ نے فرمایا۔ اے علیؑ میرے بعد جلد ایک جماعت پیدا ہوگی اگر تم اس کو پاؤ تو قتل کر دینا کیونکہ وہ مشرک ہیں ان کی علامت یہ ہے کہ وہ تمہاری تعریف میں ایسی چیز سے افراط کریں گے۔ ص۲۳ طبع ۱۹۶۷ء

حضرت علیؑ کے مخالف دور میں جو حدیثیں گھڑی گئیں ان سے آج تک سہارا لیا جاتا ہے اس بنا پر سیرت قلندرؒ پر قلم اٹھانے والے اس بے گناہ کے کفر کا فتویٰ ہونے پر علل و اسباب متعدد بھی کہہ سکتا ہے کہ اگر تمام مدحیہ اشعار سے قطع نظر ہو تو عصبیت نواز طبقے کے لئے ان کا یہی شعر خار تھا ؎

حیدری ام قلندرم مستم بندہ مرتضیٰ علی ہستم

مگر قدرت نے ہر نام نہاد مفتی کی شر سے ان کو بچایا۔ عہد مغلیہ میں امام بخش، حسین بخش، عبد الرسولؐ نام شرک سمجھے جاتے تھے۔ زیب النساء ملکۂ مملکت ادب کی شہادت اسی جرم میں ہوئی کہ اس کی مہر میں کنیز فاطمہ زیب النساء کندہ تھا

مشکلے نیست کہ آساں نشود مرد باید کہ ہراساں نشود

قبرستان اور احکام مذہب

قلندرؒ کی ذات اور ان کے نورِ ایمان کی چوٹ دکھانے سے پہلے اچھا یہ معلوم ہوتا ہے کہ گورستان پر ایک بحث اسلامی زاویہ نگاہ سے ہو۔ اس لئے کہ کوئی مسلم آبادی نہیں جہاں مقبرہ نہ ہو نہ زیارت قبور کوئی ایسی

---

[1] قرآن مجید مترجم بدو ترجمہ ص۲۵۰-۲۵۱ و حاشیہ طبع دہلی ۱۹۲۶ء

انوکھی فرمائش نہیں جس کو قوم نہ جانتی ہو آدابِ فاتحہ بھی ہمارے علم میں ہیں یہ بات واضح کرنا ضروری ہے کہ وہاں نماز پڑھنے کی اجازت حالتِ اختیار میں فقہا نے نہیں دی ہے انبیاء و اولیاء کے مزار مستثنیٰ ہیں اور اس حکم کا راز بعض عالموں نے یہ بتایا ہے کہ میت کے جسم کا چرک اور مواد زمین کے ذرات میں شامل ہے اس لئے یہاں نماز نہ پڑھنا بہتر ہے ایسے احکام سے عبادات میں اخلاص اور نمازی کے گرد و پیش کی صفائی جاذبِ طبع اور شرک سے دور رہتی ہے ایامِ جاہلیت میں جو قبیح رسمیں انسانیت کو قید و بند میں اسیر کر چکی تھیں ان میں جہاں تک اکثریت پائی جاتی ہے قبر پرستی نہ تھی اور اگر کوئی گروہ اس عقیدت میں پھنسا ہو تو اس کا شمار شاذ و نادر ہے قرآن حکیم میں ایک آیت ہے جس کا سرسری نظر میں ظاہر بتاتا ہے کہ وہ تو قبروں کو مٹی کا ڈھیر سمجھتی رہے ہے چنانچہ سورہ ممتحنہ میں فرماتا ہے قد یئسوا من الآخرۃ کما یئس الکفار من اصحاب القبور (پ۲۸ ع۸) مولوی شاہ رفیع الدین مشہور اسلامی مترجم نے آیت کو اردو زبان کا لباس ان لفظوں میں پہنایا ہے کہ تحقیق نا امید ہوئی آخرت سے جیسے نا امید ہوئی کافر قبر والوں سے" اس ترجمہ کے بعد فائدہ نمبر۲ میں لکھتے ہیں یعنی منکروں کو توقع نہیں ہے کہ قبر سے کوئی اٹھے گا یہ کافر بھی ویسے ہی نا امید ہیں ۱۲ موضح قرآن مترجم بدو ترجمہ ص۷۷۲ طبع دہلی ۱۹۲۶ء

حشر و نشر اسلامی مسلمہ ہے اور قرآن حکیم کا اس جز سے مستقل کی خاص اہتمام ہے دوسری جگہ سورہ انفطار میں ہے اذا القبور بعثرت مولوی اشرف علی تھانویؒ کا ترجمہ ہے جب قبریں اکھاڑ دی جائیں گی یعنی

ان میں سے مردے نکل کھڑے ہوں گے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب زمین پر تخم ریزی ہوتی ہے تو وہ بیدم دانہ زیر زمین پہونچنے کے بعد جب کونپل پھوٹنے کا وقت آتا ہے تو پتی میں اس قدر توانائی ہوتی ہے کہ زمین کا پردہ چاک کر کے باہر آتی ہے یہ روز کا مشاہدہ ہے انسان تو بڑا طاقتور مخلوق ہے اشرف ہے کائنات میں وہ بھی باہر آئے گا اور یہ وسوسہ نہ ہو کہ زلزلہ یا گولہ باری میں یا پرانی عمارتیں جب گرتی ہیں تو ملبہ میں کئی کئی دن لاشیں برآمد نہیں ہوتیں زلزلہ قیامت تو عظیم حادثہ ہے جو فلک نما عمارتوں کو گرا دے گا آسمان بھی پھٹ پڑیں گے اس ملبے سے قبریں شق ہو کر اموات کا نکلنا ناممکن ہے۔

جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ قیامت نام ہے عناصر کے فنا ہونے کا اس لئے اموات کے حشر میں کوئی رکاوٹ نہیں اور مذہب عدل یعنی صراط مستقیم پر مسلمانوں کے چلانے کا ایک قانون یہ بھی ہے کہ زمین سے قبر کی بلندی چند انگشت ہونا چاہیے خواہ انگلیاں ایک دوسرے سے ملی ہوں (یہ مقدار کم از کم ہے) خواہ کھلی ہوں یہ زیادہ سے زیادہ تعویذ قبر کی حد ہے اور قبر پر پانی چھڑکنا بھی مستحب ہے اس کے فلسفے کا آئندہ صفحات میں انتظار کرو۔

اسلام کی اخلاص پسندی اور شرک دشمنی کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ ارکان مذہب اور ارکان اسلام کے علاوہ عام مومنین کے لئے قبر کو خام رکھنے کی ہدایت ہے تعویذ قبر پختہ نہ ہو اس عنوان کے آخر میں تفسیر[1] سورہ حمد کا ایک

---

[1] اس کتاب پر مولوی سید محمد ہادی صاحب سند الافاضل واعظ مرحوم جو بحیثیت فقیہہ عالم شباب میں اللہ کو پیارے ہوئے کی رائے ان کے قلمی خدمات میں یہ ہے نہج بالغہ فی تفسیر سورۃ الفاتحہ زیر تالیف ہے اگر یہ کتاب مکمل ہو جائے تو سورہ حمد پر اس شرح و بسط سے آج تک کسی نے بحث نہیں کی" کتاب ہنوز طبع نہیں ہوئی ۲۲-۲۹- [2] تقطیع صفحات ۵۶۴ پر ختم ہوتی ہے اور علمی عظیم شاہکار ہے۔

اقتباس پیش کرنے کو دل چاہتا ہے فاضل بسطامی نے جواہر سینہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے بارگاہ ایزدی میں عرض کیا خدایا میں تجھے کہاں پاؤں اور کہاں ڈھونڈوں[1]۔ فرمود نزد قبرہائے مندرس و دلہائے شکستہ؎

ہست از ملال گرچہ بری ذات ذوالجلال ٭ او در دلست و ہیچ دلے نیست بے ملال

خداوند عالم نے جواب دیا مجھے مٹتی ہوئی قبروں کے نشان میں ڈھونڈو اور ٹوٹے ہوئے دلوں کے پاس تلاش کرو جواب ایزدی کے بعد بسطامی نے شعر لکھا ہے کہ کوئی دل ایسا نہیں جو درد سے خالی ہو لہذا مجازاً خدا قلب مومن میں ہے وہ فکر بلند بسطامی کی تھی یہ نتیجہ زیادہ مفہوم سے قریب ہے کہ ویران قبرستان میں بھی جانا چاہیے۔ یاد الٰہی تازہ ہوتی ہے اس قول کی روشنی ٹھٹھہ[2] کی پرانی قبروں کی زیارت کا استحسان معلوم ہوتا ہے مگر یہ رائے اب مشکوک ہے کہ اس میں سب حضرت علیؑ کے عہد کے شہیدا اور محمد بن قاسم ثانی کے دور میں جو عرب مجاہد کام آئے ان کی قبریں ہیں ایک[3] طبقہ وہاں فرقہ اسمٰعیلی کی قبروں کا بھی ہے۔

---

[1] شرح قصیدہ بحر العلوم نور العین [2] شمس العلماء خواجہ حسن نظامی مرحوم کی تحقیق ہے کہ اس جگہ کی آبادی قدیم لب دریا واقع تھی عربوں نے جب سندھ کو فتح کیا اور نیا شہر دریا کے کنارے بسایا تو سطح آب کی بلندی اور شہر کی پستی کے لحاظ سے نام رکھا تحتہ عوام جو عربی تلفظ پر قادر نہ تھے وہ ٹھٹھہ کہنے لگے وجہ تسمیہ یہی ہے کہ بستی نشیب میں واقع ہے (دیکھو منادی دہلی ج ۱۴ شمارہ ۹ ص ۲۳)، کلک کا قلم ٹھٹھہ میں بہت اچھا ہوا کرتا تھا آہنی قلم نب سے جب لکھا جانے لگا قلم واسطی اور ٹھٹھہ کی پیداوار کو کاتب بھول گئے (دار ژنگ چین ص ۱۲ طبع چہار دہم ۱۹۳۱ء) ٹھٹھہ کی آبادی ۱۷۳۹ء سے ہے [3] عقد الجواہر در احوال الجواہر پروفیسر ندوی ص ۱۶

لال شہباز قلندرؒ کے ذکر میں یوروپین مورّخ کا رویہ

مسلم اہل قلم کو شرم آنا چاہیئے کہ غیر مذہب مصنف نہ رقص کی صفت کو اچھا لگتا ہے نہ قبر پہ آنے والوں کی دھما چوکڑی اس کو پسند ہے ۔ رچرڈ[1] نے سندھ اور سندھ میں رہنے والی قوموں پر خامہ فرسائی کو لکھا ہے کہ انھوں نے علم لغت اور گرامر پر فارسی میں چار کتابیں لکھیں جو مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں یہ چاروں کتابیں کون کون سی ہیں میزان کا ان کا رشحہ کلک ہونا مسلم ہے خیال ہوتا ہے کہ منشعب اور پنج گنج بھی انہیں کی کاوش کا اثر ہے اچھا اگر منشعب اور پنج گنج ان کی تصنیف نہ ہو تو دوسری تین کتابیں بتانا سیرت نگار کا فرض باقی رہتا ہے اور یہ ناممکن ہے کہ بوڑھاپے تک زندہ رہنے والا مرد مہاجر چار کتابیں لکھ کر تالیف و تصنیف کی وادی سے نکل جائے اور پھر اس کے قلمی خدمات نہ ہوں وہ ہو حق میں زندگی بسر کرے ع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست ۔ انگریز علم کا خوگر تحقیق کا دلدادہ تھا اس نے ممدوح کو مسند علم و تدریس میں دیکھا جو رقص و سرود سے دلچسپی رکھتے اور خواہشات نفس امارہ کی تسکین حق کے پیکر میں کرنا چاہتے ہیں اس تجویز کو مستحسن سمجھیں یہ مدح نہیں ہے بلکہ میزان نام رکھنا ہے اس لئے سید کی بہترین یادگاران کا رشحہ کلک جب موجود ہے تو اس کو بحث کئے بغیر چھوڑ دینا سیرت نگاری کا سخت الزام ہے ۔ اردو میں میزان ترازو کو کہتے ہیں میزان کی اصل عربی گرامر کے لحاظ سے موزان تھی قاعدہ یہ ہے کہ جو واؤ ساکن اور غیر مدغم ہو اور ماقبل اس کا کسرہ ہو تو وہ ی قرار دیا جاتا ہے اور اہل عجم کی اصطلاح میں میزان زور آور بہادر اور

میزان

---

[1] SIR RICHARD BRITON

شجاع آدمی سے کنایہ ہے دعاؤں میں جن مقدس آثار کا واسطہ خدا کو دیا جاتا ہے ان میں یہ بھی ہے بقرب الجنۃ بعد النار بعدل المیزان بحق الصراط بہشت کی نزدیکی اور دوزخ کی دوری اور ترازو کے عدل اور صراط کے حدود کا واسطہ اور میزان کو مسلمان فراموش نہیں کر سکے پروفیسر غفور احمد صاحب نمایندہ جماعت اسلامی نے قومی اسمبلی کے انتخابی موقع پر اپنا نشان ترازو قرار دیا تھا

نورِ ایمان کا پہلا جلوہ

حضرت عثمان مروندیؒ اپنی کتاب کا میزان نام رکھ کر مبتدی طلبہ کو تلقین کا وقت یاد دلا رہے تھے کہ آج کا سبق ثانوی زندگی کے ابتدائی لمحات میں صدا دی جانے والی ہے [1]الصراط حق والمیزان حق پل صراط سے گذرنا حق ہے اور نیک و بد کردار کا موازنہ بھی حق ہے یہ تو مرنے کے بعد والی منزل ہے جس پر غیب کے ایمان لانے والے بے دیکھے یقین کرتے ہیں ۔

اس کے علاوہ فلکیات کے علوم میں تم کو سورج کا وہ لمبا چوڑا راستہ جو ۱۲ گھنٹے میں طے ہوتا ہے اس کو ۱۲ برجوں میں تقسیم کیا ہے جس میں ساتویں برج کا نام میزان ہے اور نجومی اس کی وہی تصویر دکھلاتے ہیں جو ترازو کی ہوتی ہے تحقیق لفظ سے شوق رکھنے والے کسی ایک جنتری کو اٹھا کر دیکھ لیں جو تشی ترازو کی تصویر بنا کر تحت میں "میزان تلا" لکھتے ہیں تحویل آفتاب اس برج میں

---

[1] حاشیہ مفاتیح الجنان طبع نجف اشرف ص ۱۸۱

غالباً ۲۳ ستمبر کو ہوتی ہے نجومی یہ صورت بتاتے ہیں ترازو کے دو پلّہ ہیں۔ حالانکہ اب دنیا نے ترقی کی اور ایک پلّہ پر قدم رکھنے میں وزن ہوجاتا ہے تنزیل قرآن کے وقت عرب میں ترازو کا جو تصوّر تھا اسی کے مطابق برج کے ستاروں کی تشکیل ہے ان کی زبان میں عمود، حبل۔ کفین یعنی ڈنڈی ڈوریاں جس میں دو پلّے آویزاں ہوں قیمتی چیزوں مثلاً سونا ہیرا یاقوت وغیرہ کے لئے کانٹا ایجاد ہوا جس میں ایک چاول بھر بھی کمی زیادتی نہ ہو۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا جس کو میزان قرار دے گا اس میں دھوکا دھڑی نہیں لفظ میں کوئی ایسی اہمیت ہے کہ قلندر کا سا مفکّر عربی زبان سمجھانے کے لئے جو قواعد ترتیب دے رہا ہے وہ تُلے اور نپے ہوں اس امر سے پہلے کہ قرآن حکیم میں بھی میزان کی لفظ کئی بار موجود ہے اور ہم عنقریب صرف ایک یا دو آیت پیش کرینگے لیکن پہلے حدیث کی روشنی میں دیکھنا ہے کہ میزان سرور دو عالم روحی فداہ اور ان کے نائبین کے اقوال میں کسے کہا گیا ہے۔

(۱) الصّلوٰۃ میزان فمن وفی استوفی نماز ترازو ہے جس نے اس کو اوّل سے آخر تک کامل احتیاط سے پورا کر دیا وہ نجات پاگیا یہ کنایہ محاورات عرب کے مطابق ہے ذکر الٰہی کے چند لمحات ہیں جن میں نہ ڈوری ہے نہ ڈنڈی نہ پلّے مگر اس کو میزان کہا ہے اور مراد یہ ہے کہ جو کام ترازو کرتی ہے وہ میزان میں موجود ہے[1]۔

(۲) ان اللّٰہ ینصب میزاناً لہ لسان وکفتان یوم القیٰمۃ فیوزن

---

[1] مجمع البحرین لغت حدیث

بہ اعمال العباد والحسنات والسّیّات روز قیامت اللہ ایک ترازو نصب کرے گا جس کے دو پلّے اور زبان ہوگی اس میں بندگانِ خدا کے کردار کی ہر نیکی اور بدی تولی جائے گی فان قلت اگر تم کہو کہ نیکی اور بدی محسوسات میں نہیں ہے اس کا وزن کیونکر کیا جائے گا تو اس شبہ کا جواب علم کلام کی کتابوں میں کئی طرح سے ہے اس وقت نیکی اور بدی مجسّم ہوکر تولی جائے گی یا خود نفس مومن و کافر کا وزن ہوگا یا نامۂ عمل تولا جائے گا وقال الشیخ ابوعلی الطبرسی قیل معناہ ان الوزن عبارۃ عن العدل فی الآخرۃ وانہ لاظلم فیھا اور صاحب مجمع البیان نے معانی میں یہ بھی قول نقل کیا ہے کہ وزن کرنے کے معنی یہ ہیں کہ آخرت میں فیصلہ عدل پر ہے جس میں ظلم کا شائبہ بھی نہیں۔

(۳) میزان سے مراد انبیاء و اوصیاء ہیں اس قول کو اختیار کرنے میں راز یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کی پیروی کرنے والی امّت تو کامیاب ہے اور جس نے مرسلین کی تکذیب کی ان کے آئین کو ٹھکرایا آواز پر لبیک نہ کہا وہ ان کی میزان عمل میں پورے اترنے سے ناکام رہے۔

احادیث میں میزان کا تصوّر انہیں معانی میں ہے اور تقریباً یہ تمام مفہوم ایک دوسرے سے ٹکراتے نہیں بلکہ بظاہر جدا جدا ہیں مگر مفہوم واحد ہے۔ قرآن حکیم میں کثرت سے میزان کی لفظ ہے اور یہ ربّانی استعمال ہے جس میں دو آیتیں قابل ملاحظہ ہیں۔

(۱) سورۂ جاثیہ میں آیت ہے لقد ارسلنا رسلنا بالبیّنٰت و انزل معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط پ۲۷ ع ۱۹ ہم نے اپنے مرسلین کو ظاہر ترین احکام دے کر بھیجا اور اسی کے ساتھ کتاب

اور ترازو و میزان، بھی اتاری تاکہ لوگ اعتدال پر قائم رہیں۔

(۲) ونضع الموازین القسط لیوم القیمۃ پ۱۷ ع۴۔ شاہ رفیع الدین رحمت اللہ علیہ ترجمہ کرتے ہیں۔ رکھیں گے ہم قیامت کے دن ترازوئیں عدل کی۔ اس آیت کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک ترازو کافی نہیں ہے جگہ جگہ ترازو کا سامنا ہے۔

غور کرو جو تین صورتیں ترازو کی مفسّرین کی سمجھ میں آسکتی تھیں اور جن کو ہم دیانت سے بیان کر چکے۔ اب تفسیر اہلبیت اول الذکر آیہ کے تحت میں سنو۔ امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں نحن المیزان میزان ہم ہیں ملاحظہ ہو۔

(۱) تفسیر قمی جلد ۲ ص۳۵۳ طبع نجف اشرف
(۲) تفسیر البرہان ج ۲ ص۱۰۹۳ طبع ایران
(۳) ترجمہ قرآن مولوی حکیم مقبول احمد طبع پاکستان ص۱۰۷۹
(۴) ینابیع المودۃ شیخ سلیمان بلخی ص۱۹۶ طبع بمبئی
(۵) فردوس الاخبار دیلمی مخطوطات کتبخانہ آصفیہ دکھن ص۱
(۶) ارجح المطالب ص۳۶۲ طبع نول کشور قدیم لاہور

پانچویں امام کا انا المیزان کہنا۔ میں ترازو ہوں، مفید نہ تھا اس لئے کہ فضیلت ذاتی نہیں خاندانی ہے اس لئے آپ نے ایک طرف تو قرآن کی تصدیق کی وہاں "موازین" کی لفظ ہے دوسری طرف نحن فرما کر پہلے اور بعد کے جانشینان رسولؐ کے فضل و شرف پر اشارہ کیا اگر نماز میزان ہے تو آل محمدؐ بدرجہ اولیٰ میزان ہیں اگر انبیاء و اوصیاء موازین کا مصداق ہیں تو دوازدہ امام کی مقدس ذاتیں بھی اسی مسلک کی مختتمہ ہیں۔

تین شیعوں اور تین سنیوں کی کتابوں سے تشریح

جو ۶ حوالہ صفحہ سابق میں دیئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کی توضیح سے ناظرین کے معلومات میں اضافہ ہو تاکہ قلندر کے رکھے ہوئے نام کتاب کی اہمیت ثابت ہو ہم شہر میں دروازے سے آنے کے عادی ہیں اور حکم ایزدی پر عمل کرنے کو فخر سمجھتے ہیں اس لئے شیرِ خدا حضرت علی مرتضیٰؑ کا یہ ارشاد (انا میزان العلم میں علم کی ترازو ہوں دیلمی اور سلیمان بلخی دونوں نے لکھا ہے اور میرے چشم دید نوٹ ہیں عبید اللہ بسمل امرتسری کی تحریر جو نمبر ۶ پر ہے یہ ہے۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم انا میزان العلم وعلی کفتاہ والحسن والحسین خیوطہ، وفاطمۃ علاقتہ الائمۃ من امّتی عمودہ یوزن فیہ اعمال المحبین لنا والمبغضین لنا (اخرجہ الدیلمی)، ابن عباس لکھتے ہیں کہ سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ میں علم کی ترازو ہوں اور علیؑ اس کا پلڑا ہیں اور حسنین اس کی کمان ہیں اور فاطمہ اس کا علاقہ ہے اور میری امت کے امام اس کے عمود ہیں جس میں ہمارے محبّین اور مبغضین کے اعمال وزن کئے جائیں گے (ارجح المطالب فی عد مناقب اسد اللہ الغالب ص۳۶۲ طبع نول کشور قدیم لاہور)

قرآن حکیم میں جہاں جہاں میزان کا ذکر ہے ان سب آیتوں کو دماغ میں رکھنے کے بعد اس حدیث کا ارشاد جس کو مصنّف نے فضائل اہل عبا کی انیسویں حدیث قرار دیکر باب سوئم میں جگہ دی ہے۔ اس سے

واضح ہے کہ نجات کا معیار پیروی رسولؐ و آلِ رسولؐ ہے اور میزان کے تصوّر سے جزا و سزا کا جو امکان پیدا ہوا ہے اور خدا سے عدل کی یقینی توقع ہے وہ وہی صفت ہے حق تعالیٰ کی جس کو اصولِ دین میں توحید کے بعد عدل کہہ کر دوسرا درجہ ملا ہے الغرض فضیلت اس قدر ٹھوس حقیقت اور توانا منقبت ہے کہ جناب شیخ عباس قمیؒ مرحوم و مغفور نے زیاراتِ مطلقہ حضرت امیرالمومنین چھٹی زیارت میں یہ سلام بھی معصوم سے نقل کیا ہے، السلام علی یعسوب الایمان و میزان الاعمال

حاجی الف شاہ مرحوم

وہی ہیں مختار روزِ محشر وہی ہیں میزانِ عدل داور
وہی محاسب وہی ہیں قاضی وہی سزا ہیں وہی جزا ہیں

شاعرِ اعظم آغا سرّوش لکھنوی

صاحبِ منقبت تھے کتنے علیؑ   جس کی میزان آج تک نہ ملی

ولہ

ہے گرانقدر کس قدر ایمان   حبِّ آلِ رسولؐ ہے میزان

نتیجہ کلام

قلندر رحمت اللہ علیہ نے کتاب کا میزان نام رکھ کر اس رازِ سربستہ کو آشکار کیا ان کا روشن کیا ہوا وہ چراغ ہے جو تا ابد روشن رہے گا۔

فرنگی محل کے جلیل ترین عالم ابوالحسنات مولوی عبدالحیٔ صاحب مرحوم نے میزان کی شرح لکھی جو تبیان کے نام سے فارسی میں موجود ہے اس وقت

له مفاتیح الجنان [illegible] طبع نجف اشرف

شارح[1] کا یہ فرض نہیں قرار پایا تھا کہ وہ مصنّف کا تعارف کرے شرح کافی دلچسپ اور طلبہ کے ذہن کو سنوارنے میں اچھا ذریعہ ہے ایک دوسری شرح مکتبہ ممتاز العلماء لکھنؤ مخطوطات میں تھی وہ میری نظر سے نہیں گذری میں نے جو کچھ لکھا وہ شارحؒ کو لکھنا چاہیے تھا۔

نورِ ایمان کا دوسرا جلوہ

نکتہ سنج مصنّف کا وہ رویّہ کہ ماضی اور مضارع کے چودہ چودہ صیغے قرار دیئے اس مسلک کا دوبارہ ظہور پنج گنج نام رکھ کر ہوا۔ درس ابتدائی کی تیسری کتاب میں جس کو اہلِ علم تصریف بھی کہتے ہیں صرف پانچ باب قرار دیئے ہیں اور ہر باب میں پانچ فصلیں رکھی ہیں جو در حقیقت پانچ خزانے ہیں علوم کے اور کتاب کے دوسرے باب سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ میزان اور پنج گنج ایک شخص کا شاہکار ہیں ملاحظہ ہو۔

مرتہب جائے ترسانیدن و وقت ترسانیدن و مرد ترسانیده
شده و فاعل و مفعول را در میزان بیان کردیم۔
(پنج گنج ص۱۵ مطبع نظامی واقع کانپور محلہ پٹکاپور ۱۲۸۰ھ)

پانچ کے عدد سے محبت اور ایسا نہیں ہے کہ چار یا چھ بابوں پر کتاب ختم ہوئی سیّد کی عدد نوازی ہے۔

---

[1] مولانا کا سلسلۂ تلمذ قبلہ محترم تک اس طرح پہونچتا ہے کہ ان کے حقیقی بھائی اور استاد مولانا سیّد محمد عرف میرن صاحب قبلہ مسلّمہ فاضل مجتہد حضرت قیام الدین مولوی عبدالباری صاحب مغفور وفات ۱۹۲۶ء کے معقولات میں شاگرد تھے مع

ہم یہ نہیں کہنا چاہتے کہ خلاق عالم نے حواس خمسہ پانچ قرار دیئے ہاتھ میں پانچ انگلیاں خلق کیں اور عبادات میں نماز پنجگانہ واجب ہوئیں اور پانچ دریا حدود پاک میں جاری ہو کر پنجاب صوبہ ہوا مگر یہ بات غور طلب ہو جاتی ہے کہ دنیا کی تمام مسجدیں قدیم و جدید حتیٰ کہ کفرستان میں اب مسلمانوں کے وطن بنانے سے روشن خیال ممالک اپنے مہمان مسلمین کو مسجدیں بنانے کی اجازت دیئے چلے جا رہے ہیں سب میں تین بڑی عالیشان گنبد خواہ مسجد جامع دہلی ہو یا مسجد تحسین لکھنؤ مگر لاہور میں بیگم شاہی مسجد[1] جو مریم زمانی ملکہ اکبر بادشاہ نے ۱۰۲۳ھ میں تعمیر کی اس کی محرابیں بھی پانچ حصوں میں تقسیم ہوتی ہیں اور گنبد بھی پانچ ہیں۔

یارانِ طریقت کچھ وہ تھے جنھوں نے جانوں کا خون بہایا۔ القاب چھین لئے۔ باغ غصب کئے اور ہمارے مسلمات اور نظریات کو وہ عظیم شہرت دے کر توڑا اور مروڑا کہ حافظ نور الدین سبحانی میاں[2] انوار کے باغ سے بآں ریش دراز دستار بر سر جبہ بر دوش مجھے سطحی تقریر کا الزام دیتے ہوئے سامنے آئے اور تحقیق شروع کی۔

حافظ جی۔ دنیا بہت ترقی کر چکی ہے اب اوچھی باتیں چلنے کی نہیں ہیں ذرا سمجھ کر زبان کھولو کرسی ادارت پر ہو۔

---

[1] سیارہ ڈائجسٹ بابت اکتوبر ۱۹۶۶ء ص ۳

[2] کینگ اسٹریٹ لکھنؤ پر مولوی گنج جاتے ہوئے داہنے ہاتھ پر یہ پیر وارث ہے۔ جہاں ہر جمعرات کو قبروں پر قوالی ہوتی ہے اور سنا ہے کہ بڑے لطف آتے ہیں۔

میں :- مجھے علم ہے کہ آپ جہاں سے آ رہے ہیں آج نوچندی ہے کچھ پوچھوں تو ذاتیات کا دوسرا الزام ہوگا فرمائیں تو میں نے ایڈیٹر ہوتے ہوئے کیا غلطی کی کون سی کمزور بات حوالہ قلم ہوئی۔

حافظ جی۔ آپ ایڈیٹر صاحب پانچ کے عدد پر لفاظی کر رہے ہیں اور نہیں دیکھتے کہ قرآن شریف میں چار قل ہیں۔

میں :- حضور والا پہلے یہ بتائیں کہ کتاب خدا کی سورتوں کے ناموں کا معیار کیا ہے۔

حافظ جی۔ بات نہ بڑھاؤ سورہ حمد شریف کا نام اس لئے الحمد ہوا کہ سورۃ کی پہلی لفظ الحمد للہ ہے۔

میں :- ایسا تو نہیں ہے سب سے بڑا سورہ بقر نامی سورہ جو بڑی مشکلوں[1] میں یاد ہوتا ہے وہاں تو گئو ماتا کا بچھڑا بیچ میں ذکر ہے نہ ابتدا میں الم سے شروع کی لفظ نام نہیں ہوا

حافظ جی۔ میں کچھ نہیں جانتا سورہ کافرون، سورہ توحید، سورہ معوذتین یہ چار سورے قل سے شروع ہیں اس لئے چاروں قل کہے جاتے ہیں یہ چار کے عدد کی فضیلت ہے جس کو آپ لوگوں نے ہمیشہ پردہ خفا میں رکھا۔

میں :- قبلہ محترم! آپ کو قرآن شریف یاد ہے۔

حافظ جی۔ یاد نہ ہوتا تو محلہ کی کسی مسجد سے آپ رمضان شریف میں نمازیں قرآن فراموش کرنے کی خبر سنتے، کسی نے لقمہ دیا ہے؟

---

[1] عبقات الانوار حدیث مدینہ ص ۲۳۵ ج ۲

میں :۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں عرض کروں آپ کو قرآن شریف یاد نہیں

حافظ جی :۔ غصّہ سے لال ہو کر آپ کی بھی یہ طاقت ہے کہ میری زبان پکڑیں

میں :۔ ترش لہجے میں، اچھا بات پرچے رہنا جو سورہ قل سے شروع ہیں وہ چاروں قل ہیں۔

حافظ جی۔ انشاء اللہ، ایک انچ قدم نہ ہٹیں گے۔

میں :۔ قرآن میں کتنے سورے ہیں؟

حافظ جی۔ ایک سو چودہ۔

میں :۔ گرجدار آواز میں، سخت افسوس ہے کہ تمہارا یہی ایمان قرآن پر ہے بقول تمہارے ۱۱۴ سوروں میں سورہ جن بھی تو قل سے شروع ہے پہلی آیت یہ ہے بعد بسم اللہ۔ قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ انَّہٗ استمع نفرمن الجن ۔ قرآن میں چار قل کہاں ہیں پانچ قل ہوئے خبردار اب نہ کہنا کہ چار قل ہیں۔ پاکستان میں اگر یہ مکالمہ ہوتا تو میں علامہ کوثر نیازی سے کہلوا کر پانچ قل کے بجائے چار قل بتانے کی پاداش میں پکڑوا دیتا بہرحال یہ جواب سنکر مولوی صاحب سیاں شہدے کی سبیل کی طرف سے دار المبلغین[۵] چپ ہو کر چلے گئے اور کچھ نہ کہا۔ پنجتن کی یہ یاد تھی جس کو نواصب نے پوشیدہ کیا اور لاکھوں عقیدت کیش مسلمانوں کے جذبات پائمال کئے

قال قائل

بگو طوطی حدیث پنجتن پاک　　کہ وصف مصطفےٰ حق گفت لولاک

---

[۵] امام اہل سنت مولوی شیخ عبدالشکور صاحب کاکوروی نے اپنی حیات میں پاٹا نالہ پر جو تعلیم گاہ بنائی

میر حسن دہلوی

نبیؐ و علیؑ فاطمہؑ اور حسنؑ　　حسینؑ بن حیدر یہ ہیں پنجتن

اشتیاق علی شوقؔ نامہ نگار منادی دہلی

ہے پنجتن کا واسطہ پلا دے گن کے پانچ جام
نہ مٹ سکے گی تشنگی اب اپنی ایک جام سے

مرزا دبیرؔ

بولی قضا حسینؑ جو نکلے مدینہ سے　　لو آج پنجتن نے جہاں سے سفر کیا

سلطان ہند اجمیر شریف کی مثال
علم الاعداد کا معنی خیز اشارہ
نور ایمان کی ایک اور چھوٹ

قلندر کی شخصیت پر جو مقالات منظر عام پر آئے ان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ درگاہ عالیہ کے صدر دروازہ پر علم مبارک حضرت عباس نامدار ۱۱۰ فٹ بلند نصب ہے لکھنؤ میں بھی چہلم اور ۸ ربیع الاول کو چپ تعزیہ کے بعد آسمان سے باتیں کرتی ہوئی چھڑیں نکلتی ہیں اور علم کی یہ بلندی اس طبقے کے رغم الف کے لئے ہے جو کہتا ہے کہ تعزیہ دیکھنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے یہ قدرت خدا ہے کہ ریگستان میں اتنا اونچا علم باد سموم سے محفوظ رہکر اب تک بلند ہے نہیں کہا جا سکتا کہ صاحب مزار کی یہ وصیت تھی یا پاکباز نیک دل عمارت بنوانے والوں کا یہ اقدام تھا کہ علم کی رفعت ۱۰۹ فٹ ہوتی تو ہمارا کیا بس تھا اور ۱۱۱ فٹ پیمائش کی جاتی تو کیا چارہ تھا طول ۱۱۰ فٹ اور یہی امام الاولیا حضرت "علیؑ" کے اعداد ہیں، اس علم کا فوٹو معزز جریدہ جنگ میں موجود ہے ابجدی حساب سے کسی امر کی طرف اشارہ

وہ رازدارانہ فعل ہے جو دانشمندوں کے کلام میں برابر پایا جاتا ہے اور وہ یہ چلہتے ہیں کہ مقصد عام نہ ہو فقط سمجھنے ولے سمجھیں چنانچہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے لوحِ مزار پر یہ دو شعر کندہ ہیں جن کو بعض خوش نصیب زائروں نے چادر ہٹنے پر پڑھا اور بڑے عالمانہ اشارہ ہیں

احکام الٰہی بہ سند می آید — من کنت حدیث مستند می آید
ایں جار نفاق و منکر و خائن نیست — این بیشہ شیر است اسد می آید

لوگ پیش کردہ الفاظ کے عدد نکال کر مطلب کی تہ تک پہنچتے ہیں میرے پاس اتنا وقت نہیں جو طبع آزمائی کروں آخری مصرعہ عوام اس قدر حل کر سکے کہ شیروں کے بیشہ میں شیر ہے ہونا چاہئے ٹھیک ہے مگر پہلے کے دو مصرعوں میں جو سیاق (اسلوب) تھا وہ اس مصرعہ میں بھی ہے اور ہر مصرعہ ایک شان کا ہے اس کا حل اس خادم دین سے سنو اسد کے بحساب ابجد (۱۔ الف، ۶۰۔ سین، ۴۔ دال، میزان ۶۵) اس میزان کو صدر موخر جفری لحاظ سے یوں لکھو ۵ + ۶ = ۱۱ ہوئے ایک نقطہ (صفر) دیا ایک سو دس ہوئے اور حضرت علیؑ کا نام ہاتھ آیا خواجہ صاحب نے اجمیر شریف کے مخالفت گرد و پیش میں جس نام کے عدد کو اسد کے پہلے پردے میں چھپایا پھر چادر قبر نے دوسرا حجاب ڈالا اس کو سیہون شریف کے مزار پر ۱۱۰ فٹ کا علم نصب کر کے اتنا اونچا کر رہا ہے کہ چھڑ سے نام آشکار ہے۔

منتخب کلام | اب ہم چند شعر ان کی فکرِ رسا کے نذرِ قرطاس کرتے ہیں

من بندۂ خدایم — ہم شاہ و ہم گدایم
ہم وصل ہم جدایم — مست الست ہستم

وہ عبدیت جس کو سرکار دو عالم روحی فداہ کا نمایاں وصف خلاقِ عالم نے قرار دیا ہے کس خوبصورتی سے اس کا اقرار اور فقیر ہونے کا اظہار اور روز الست کا حوالہ تشریح طلب ایمان افروز شعر ہے جس کے حل میں دفتر چاہئیں سب سے واضح مطلب جو پہلے مصرعہ میں واضح ہوا ہے وہ خدا کی بندگی کا اقرار ہے اور یہ ان کے کردار کی وہ روشن دلیل ہے کہ انھوں نے انا الحق نہیں کہا دوسرے مصرعہ میں وصل کے معنی حدیث قدسی سے لئے گئے ہیں خدا فرماتا ہے کہ مومن[1] مجھ سے ہے جدایم کی لفظ پھر مخلوق ہونے پر گواہ ہے۔

باسمٰعیلؑ پیغمبر با براہیمؑ بن آذر
دراں سر وقت قربانی بہ قربانگاہ ہستم

یقیناً نارِ نمرود کے وقت وہ اور جملہ صحیح النسب سادات خلیل اللہؑ کے صلب میں ان کے ساتھ تھے اور اسی طرح قربانگاہ میں وہ چھری کے نیچے موجود تھے اس لئے کہ اس وقت تک اسمٰعیلؑ سن بلوغ کو نہیں پہنچے اور نورِ محمدی ان کے صلب میں نمایاں تھا۔ عرب میں چچا کو تہذیب اسلام کے تحت میں باپ کہتے ہیں چنانچہ سرکار دو عالمؐ کو یتیم ابی طالب اسی بنا پر کہتے ہیں۔ فاضل شاعر نے ابراہیم بن آذر قرآنی استعمال کے لحاظ سے فرمایا ہے ورنہ ابراہیم کے والد کا نام تارخ تھا

---

[1] جواہر سنیہ در احادیث قدسیہ

وصی مصطفیٰ علی است بگو   بخدا راہ نما علی است بگو
سرور اولیا علی است بگو   نور ایمان ما علی است بگو
حیدری ام قلندرم مستم   بندہ مرتضیٰ علی ہستم

چہاردہ تن شفیع عصیانم   مہر شاہ است ابن ایمانم
غیر ازیں چہاردہ نمی دانم   مدح شہ روز و شب ہمی خوانم
حیدری ام الخ

یاد رکھو وہ کہتے ہیں کہ میں چودہ کے سوا کسی کو نہیں جانتا اور دن رات مدح شہ کرتا ہوں ہم ان کو سچا سمجھیں یا جناب والا کی دی ہوئی خبر کہ وہ ناچتے تھے مدح سے ان کو فرصت کہاں ملتی تھی۔

حضرت سیدۃ النساء زہرا   آں عزو یافت عصمت تقویٰ
میکنم لعنت سر دشمناں روا   حیدری ام قلندرم مستم بندہ مرتضیٰ علی ہستم

یہ وہی اشعار ہیں جو الزہرا اسماخ خاتون جناں رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں درج کرکے لکھا ہے براہ کرم ان اشعار کا جو مطلب ہے قلندر کا وہی مذہب تھا یہ اشعار میں اپنے گھر سے نہیں لایا ہوں یہ سندھ کا تحفہ ہے جو آپ کے مرکز سے چھپا ہے سمجھئے اور مفہوم کو دل نشیں کیجئے ہم فقط ان کی آواز آپ تک پہونچاتے ہیں آپ کا اس طبقے سے تعلق ہے جس کے انذار اور تبشیر میں قلندر نے عمر صرف کی آپ ان کے میزبان مگر امتی ہیں وہ سادات کے گھرانے سے ہیں ہم ان کو زیادہ سمجھ سکتے ہیں اگر یہ دو شعر کسی وجہ سے نہ سمجھ سکیں تو کسی عربی داں فارسی جاننے والے سے معانی پوچھئے جس طرح دو اور دو چار کی میزان دلیل کی محتاج نہیں

ہے اسی طرح شعر ان کے عقائد کی تصویر ہیں۔

اس کے بعد بارہ اماموں کے نام پوری تفصیل سے نظم کئے اور وہ شعر بھی ہے کہ دشمن امام موسیٰ کاظم کافر مطلق ہے اس سے معلوم ہوا کہ ہرگز ہرگز اسمٰعیلی فرقے کی طرف میلان نہ تھا آخری شعر ؎

قائم آلِ مصطفیٰ مہدی   قاتل خصم مرتضیٰ مہدی
چو علی مظہرِ خدا مہدی   نورِ ایمانست ما مہدی

اس شعر سے واضح ہے کہ وہ بارویں امام کی غیبت اور وجود کے پرزور حامی تھے اور بقول حضرت فریدالدین عطار رحمت اللہ علیہ یہی مسلک تمام اولیاء کا تھا ؎

صد ہزاراں اولیاء روئے زمین   از خدائے تعالیٰ مہدی بایقین

یہ ۲۳ بندوں کے جستہ جستہ اشعار تھے اکیسواں بند یہ ہے

من مسلمانم علی دانم   در تولا بصدق ایمانم
بر سر منافقان تیغ عریانم   بر عدو ذوالفقار حیدانم

آخری بند نقل نہیں کر رہا ہوں اس کو خود لال قلندر مرتبہ قیوم راشد سندھ گورنمنٹ پریس کراچی پر چھپیو ۱۹۷۰ء میں دیکھئے۔

چند سوالات

(۱) تولا کے ساتھ دوسری متضاد کون سی لفظ استعمال ہوتی ہے۔
(۲) منافق کسے کہتے ہیں قرآن حکیم نے پیغمبر کو ان سے جنگ کا حکم دیا تھا یا نہیں۔

؎ کلیاتِ عطار صہ ۵۶ مطبع گیلانی پریس

(۳) سورۂ منافقون جمعہ کی نماز میں کون پڑھتا ہے۔

(۴) تیغ عریاں کو بالفاظ دیگر ننگی تلوار اور فارسی میں شمشیر برہنہ کہتے ہیں اس مصرعہ سے قلندر کا رویہ تشدد تھا یا وہ روادار تھے

غسل شریف

مزار کے پتھر کو سال بھر کے بعد دھویا جاتا ہے اور یہ پانی عقیدت کیش تبرک سمجھ کر لے جاتے ہیں اس کو شرع کی روشنی میں دیکھنے کی ضرورت ہے دفن کے بعد قبر پر پانی چھڑکنا مستحب ہے اور علماء فرماتے ہیں کہ بعید نہیں یہ استحباب ۴۰ دن یا ۴۰ مہینے تک ہو اعلم العلماء[1] کے اس حکم کا بالفاظ دیگر مطلب یہ ہوا کہ ۳ برس ۴ مہینے قبر پر پانی چھڑکنا چاہیئے اس کے بعد شارع خاموش ہے اس جواز کی جو علت ہو کسی سیاح نے عقلی راز یہ بتایا ہے کہ قبر شکن جانور گیلی مٹی پر پنجہ نہیں مارتے پانی چھڑکنے سے میت کو درندوں کی شر سے بچانا مطلوب ہوتا ہے آب پاشی ۳ سال مستحب ہے اس کو غسل شریف کہو تو ہم کو عذر نہیں مگر حضرت علی مرتضیٰ شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ کے فضائل میں ایک نبوی حدیث ہے اس کی روشنی میں ہم کو سبق لینا چاہیئے۔ غزوۂ خیبر کی واپسی پر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا اس کا اقتباس بضرورت یہ ہے لولا ان تقول فیک طوائف من امتی ما قالت النصاریٰ فی عیسیٰ بن مریم لقلت فیک مقالا لا تمر علی ملأ من المسلمین الا اخذ والتراب من تحت رجلیک وفضل طہورک یستشفون

---

[1] عروۃ الوثقیٰ اسیّد طباطبائی علیہ الرحمۃ

بہ ولکن حسبک ان تکون منّی بمنزلہ ھرون من موسیٰ الخ

اگر میری امت تمہاری شان میں وہی کہنا شروع نہ کریں جو عیسیٰؑ کے بارے میں انگریز کہہ رہے ہیں تو میں تمہارے لئے وہ کہتا کہ نہ گذرتے تم مسلمانوں کے کسی مجمع پر مگر وہ تمہارے قدموں کی خاک اٹھاتے اور تمہارے وضو کے پانی کو جمع کر کے مریضوں کو شفایاب کرتے مگر تمہارے لئے کافی ہے کہ تم سے مجھ کو وہ نسبت ہے جو ہرون کو موسیٰؑ سے تھی ملاحظہ ہو۔

(۱) حافظ ابوالحسن علی بن محمد طیب جلالی معروف بابن مغازلی شافعی صاحب مناقب

(۲) مناقب موفق بن احمد خطیب الخطباء خوارزمی۔

(۳) الاکتفاء فی فضائل الخلفاء ابراہیم بن عبداللہ یمنی وصابی شافعی

(۴) شرف النبوۃ ابوسعید عبدالملک ابن ابی عثمان بن محمد بن ابراہیم الخرگوشی

(۵) کفایۃ الطالب محمد بن یوسف گنجی شافعی

(۶) وسیلۃ المتعبدین ملا

(۷) کتاب الشفا ابن اسبوع اندلسی

(۸) ارجح المطالب ب ص۵۰۱ نول کشور لاہور

اس حدیث وحی آموز کے ذیل میں نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ جس کی طرف ہر دل کھنچتا ہے اس کی ذات اور ہاتھوں کے دھوون کو رسولؐ نہیں چاہتے کہ لوگ بیماروں کو پلا کر DISPENSARY کھولیں۔ بعض تنگ خیال قاری سمجھتے ہیں کہ میں قلندر کی شخصیت پر شیعی نقطۂ نظر سے قلم اٹھا رہا ہوں مرقومہ

بالا آٹھ کتابوں میں سے ایک کتاب بھی شیعہ مصنف کی نہیں ہے۔

نورِ ایمان کی شمعیں کہاں اور کیونکر جلتی رہیں

(۱) حیدر آباد کا پرانا نام نیرون کوٹ تھا کلہوڑوں کے زمانے میں اس کا نام حضرت علی رضؓ کے نام نامی سے منسوب کر کے حیدر آباد نام رکھا یہ ذکر ہے ۱۷۶۸ء کا۔

(۲) سولھویں صدی میں ایک بزرگ "میاں علی" نامی پنجاب پہونچے اور یہیں پردیس میں قیام کیا۔ ان کی خدمات، سچائی روحانیت کا عوام و خواص پر وہ اثر ہوا کہ آبادی کا نام میاں علی ہوکر کثرت استعمال نے میانوالی قرار دیا۔ اتنا تو میں جانتا ہوں جو معزز جریدہ جنگ کراچی ۲۴ جون ۱۹۷۰ء کی اشاعت سے معلوم ہوا تھا باقی میرے رفیق ڈسٹرکٹ جیل لکھنؤ صدر مطالبات کمیٹی مولانا مرزا یوسف حسین صاحب لکھنوی سے پوچھو جواب ان کا وطن ثانی ہے ع

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

(۳) آسام کے علاقے کو بھی ہمارے اسلاف نے اپنی تبلیغ سے سرفراز کیا اور بابا شاہ جلالؒ نے جس علاقے میں تبلیغِ اسلام شروع کی تو ہندو آپ کے مخالف ہوگئے اور آپ نے مدافعت میں جہاد کیا اس جنگ میں دشمن نے بزدلی سے آپ کی طرف پتھر کی ایک بڑی سِل کھینچ ماری۔ آپ نے فرمایا۔ سِل ہٹ جا۔ زمانے کی روش نے شہر کا نام سلہٹ قرار دیا۔ میری ۲۲ سال پہلے کی بیماری پر وہاں کے مومنین کی طرف سے جو مالی امداد ہوئی اس کا اب شکریہ ادا کرتا

ہوں۔ مولا کا ارشاد ہے جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کیا وہ خدا کا بھی شکر گذار نہیں ہوگا۔

طلب الکل فوت الکل

جب کہ ہم اپنی مذہبی اور اسلامی زبان سے نابلد ہوگئے اس خالص عربی عنوان کا مرخی قرار دینا عوام پر بار ہوگا مگر ہم جان بوجھکر ان کو محمد عربی کی زبان سمجھنے پر دعوت دینا چاہتے ہیں آج کسی اخبار کے ایک صفحہ میں بھی اگر مشرقی تعلیم کا منتہی نگاہ کرتا ہے تو ہر دو سطر کے بعد اس کو وہ انگریزی لفظیں زینتِ قرطاس نظر آتی ہیں جس کے معنی وہ یقیناً نہیں سمجھتا مگر اس کی جبینِ نیاز خم ہے اس لئے کہ گرد و پیش کے زیادہ سے زیادہ لوگ تو سمجھتے ہیں مگر تم نہ سمجھے تو تم سے زیادہ قابلِ الزام کوئی نہیں۔ سو برس تک حکومت کر کے چلے جانے والے انگریز تو اپنی زبان تمہارے دل و دماغ میں اتار گئے اور یتیم ابی طالب کی تیرہ سو برس سے سلطنت اس قدر ناکام ہے کہ تم اس کی زبان نہیں سمجھتے اور مولویوں پر ہنستے ہو۔

ہماری تو پاکستان میں آکر جان عذاب میں پڑ گئی وقف بری شاہ لطیف نور پور، وقف شاہ تبریز، وقف شاہ کوٹ، وقف شاہ چن چراغ، وقف نبی شاہ زیرنی سرگودھا اوچ شریف میں سیّد السّادات شیر شاہ جلال الدین بخاری سرخ پوش کا مزار جن کا عرس بخاری سادات کی طرف سے غالباً ۹ اپریل کو ہوتا ہے مزار نور پور شاہان میں قبر پر جو پتھر ہے وہ تو اثنا عشری حضرات کے عقائد کو واضح کرتا ہے۔

ایک واقعہ نگار کے لئے بڑی مشکل کی یہ بات ہے کہ وہ سب پر قلم

اٹھائے۔ عمر میں اتنی گنجائش کہاں کسی ادارے[1] کے سپرد اور سرمایہ دار کے چشم و ابرو پر کام ہوتا تو ہیئت علیہ ہاتھ بٹاتی محکمہ اطلاعات کی تشکیل کی جاتی۔ ایک ایک اطلاع پر تحقیق و تدقیق کی نظر ہوتی اب خادمِ دین کے سامنے جو کچھ ہے وہ اخبارات کی شائع شدہ اطلاعات ہیں۔ صحت و سقم کے ذمہ دار مصادر ہیں میری حیثیت ناقل کی ہے لہذا بہتر معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ قلم اٹھانے والے ارباب تحقیق کے لیے میں ایک فہرست تو مختصر کوائف کے ساتھ مرتب کر دوں جو وقت ضرورت اور عندالحاجۃ کام آئے گی مطالبات میں کامیاب ہونے والے اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔

---

[1] یہ رائے صحیح نہیں ہے بڑے بڑے محکمے بسا اوقات ناکام ہو جاتے ہیں ۱۹۱۶ء میں نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ والیہ بھوپال نے تاریخ اسلام کی ترتیب اور تدوین کے لئے ایک محکمہ قائم کیا جس کے منتظم مورخ اسلام مولوی عبدالرزاق صاحب کانپوری قرار پائے تھے کچھ ایسا ہوا کہ یہ خدمت دین انجام نہ پائی اور دل کی حسرت دل ہی میں رہی یہی حال رامپور اسٹیٹ کی تفسیر رضوی کا ہوا تقسیم ملک سے پہلے کے تمام شیعہ علماء ریاست میں بار بار جمع ہوئے اور ۱۹۴۷ء کے انقلاب نے قرار داد کو جڑ سے اکھاڑ دیا مگر گروپ کے علیحدہ شدہ ایک ممبر نے مدرسۃ الواعظین لکھنؤ سے بسم اللہ شریف کی تفسیر پورے چھ برس اپنے جریدہ میں قسط وار شائع کی اور اس ادارے کے محرک مرحوم خطیب اعظم و قائد ملت مولوی سید محمد صاحب قبلہ دہلوی نے قرآن حکیم کے ۱۸۰۔ آیات کو اسلامی زاویہ نگاہ سے اپنے اہتمام سے مرتب کرایا جو ان کے بلند اقبال فرزند مولوی سید احمد صاحب جوہر خطیب آل عبا کے پاس موجود ہے۔ (سردار جعفری بی اے ورکن ادارہ)

شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ

وادیٔ مہران کا عظیم شاعر نام نامی سید حیدر شاہ تھا ماہ صفر ۱۱۶۵ھ ۶۴ برس کے سن میں اللہ کو پیارے ہوئے سندھ میں ان کا مزار حیدرآباد سے قریب ہالہ کے علاقے میں بلندی پر واقع ہے سامنے تالاب بہہ رہا ہے واقعہ کربلا کو نظم کا جامہ پہناتے میں ان کو بڑی کاوش تھی اقبال شوقی نے ان کے اشعار کا اردو میں ترجمہ کیا ہے جو تحفۂ لطیف کے نام سے شائع ہوا ؎

رموزِ زندگی سب کو بتا کر — شہادت کی لگن دل میں لگائے
بہادر بے زرہ نکلے بیاباں میں — متاعِ زندگی ساری لٹا کر

شہادتِ حسینؑ پر عالم انسان و حیوان چرند و پرند میں تلاطم ہے ان کا یہ شعر ہے ؎

پرندے ہیں زمین پر پھڑ پھڑا کر — خدا سے کر رہے ہیں کچھ دعائیں

مزار میں داخلے کے دروازے پر چہاردہ معصومین کے مقدس نام لکھے ہوئے نظر آتے ہیں جس سے محراب کی شان دوبالا ہے تعویذِ قبر صندوقیت کے اوپر جو حضرت عباسؑ کا علم نصب ہے اس پر یاعلی کندہ ہے تالاب سے متصل ایک لائبریری اور صوفی لٹریچر ہے۔

سچل سرمست کی وفات ۱۲۴۲ھ

وہ تمام بزرگان سندھ میں تقریباً آخری ہستی ہیں خیرپور میں دفن ہیں ان کا مزار رانی پور اور گمبٹ ریلوے اسٹیشن کے درمیان درازا کا ٹکہ

---

[1] روزنامہ جنگ کراچی ۳ مئی ۱۹۶۳ء

میں واقع ہے ان کی قبر پر عالیشان مزار ہے ۱۴ رمضان کو عرس ہوتا ہے۔ توصیف چغتائی نے ان کو وادیٔ مہران کا صوفی شاعر ظاہر کرتے ہوئے فاروقی خاندان[1] کا بتایا ہے۔ کہا تو یہ جاتا ہے کہ ہمہ اوست کے سوا ان کا کوئی تاثر نہ تھا یہ دعویٰ صحیح نہیں ان کا کلام سات زبانوں میں پایا جاتا ہے۔

بابا ولی قندھاری

حسن ابدال ضلع کیمبلپور میں پہاڑی پر یہ مزار ہے خیال ہوتا ہے کہ صاحب قبر کا نام حسن ہوگا اور اس زمانے کے لوگ ان کو ابدال میں قرار دیتے تھے۔ ابدال کا وجود اسلامی زاویۂ نگاہ سے ٹھوس اور اٹل حقیقت رکھتا ہے سکھ یاتری بھی مزار پر جاتے ہیں وہ گرونانک کے ہمعصر اور دوست تھے۔ میں نے پاک کے ابتدائی سفر میں علم جفر سے سوال کیا کہ قبر کس کی ہے تو جواب نکلا تھا کہ کچھ دن اور ریاضت کرو (اس کے بعد پوچھنا) یہاں تک کہ اخبارات میں یہ تعار[illegible]

داتا گنج بخش

[illegible] ی مقتدر [illegible] محمود بن سبکتگین ۳۸۷ھ تا ۴۲۲ھ پیدا ہوئے۔ بعض نے سنہ پیدائش ۴۰۰ھ ہے مشہور صوفی ابوالقاسم عبدالکریم [illegible] امام قشیری المتوفی ۴۶۶ھ سے ملاقات کی نام نامی علی ہجویری تھا باپ عثمان تھے اور افغان کے شہر غزن میں رہتے تھے جس محلے میں یہ ولادت ہوئی اس کو ہجویر کہتے ہیں لاہور کے بھاٹی دروازے کے باہر جانب غرب سبز رنگ کا گنبد ہے۔

---

[1] روزنامہ جنگ کراچی ۱۱ جنوری ۱۹۷۰ء

اور نذرانے کی اوسط رقم ۳ ہزار روپے یومیہ ہے جو زائر چڑھاتے ہیں داتا صاحب کی اصل قبر کچی تہ خانہ میں ہے اوپر چبوترہ ہے اور اس کے اوپر تعویذ قبر، سنگ مرمر کا جو مزار بنا ہے وہ بالائی حصہ پر ہے جس پر چادریں چڑھتی ہیں[1]۔

(اطلاع) ضلع راولپنڈی تحصیل گوجرخاں کے حلقے میں ایک قصبہ سید کسریٰ واقع ہے کہ جس کے متعلق یہ مشہور ہے کہ جس نے نہیں دیکھی کربلا وہ دیکھے سید کسریٰ۔ تقسیم ہند کے بعد یہ قصبہ تقریباً برباد ہوگیا ہے یہاں کی جامع مسجد چار سو سال پہلے سادات نے تعمیر کرائی تھی جس میں ہزار برس پہلے علیؑ ولی اللہ کی آواز بلند ہوتی تھی۔

چنتن پیر کا مزار

بہاولپور احمد پور شرقیہ[2] اور قلعہ ڈیراور ۳۵ میل کے برابر فاصلے پر ہے اور مزار عجیب حالت پر ہے نہ قبہ ہے نہ سنگ مرمر کی قبر ہے بلکہ ریت کا سادہ سا ڈھیر ہے جسے پتھروں سے جما دیا ہے چنانچہ چیت کے مہینے اور اس کے بعد کی سات جمعراتیں صحرائے چولستان میں لاکھوں حاجت مند گزرتے ہیں اس علاقے میں ہندو راجہ کی حکومت تھی جو دشمن اسلام تھا اس کے گھر میں خوبصورت بچہ پیدا ہوا اور باپ جب دیکھنے آیا تو بچہ کلمہ طیبہ پڑھنے لگا اس نے قتل کا حکم دیا۔ رانی نے مزاحمت کی اور طے پایا کر بچے کو بیرون سلطنت پہونچا دیا جائے چنانچہ بچے کو بیرونِ مملکت درخت کے نیچے جلتی زمین پر لٹا دیا پتہ معلوم ہونے پر رانی وہاں پہونچی تو دیکھا کہ

---

[1] اخبار اسد لاہور ۱۰ جنوری ۱۹۷۱ء [2] اخبار جنگ ۱۳ اپریل ۱۹۷۱ء

وہ صندل کے جھولے میں لیٹا ہوا مسکرا رہا ہے اس نسبت سے وہ چنن پیر یعنی صندل والا پیر مشہور ہوئے۔ اس جلالی بزرگ کی وفات بھی زمین شق ہو کر سما جانے پر ہوئی اور نشان بند ہوا۔

یہ واقعہ اگر افسانہ نہیں ہے تو عہد قدیم میں وحیِ کودک کی حرف بحرف تصدیق ہوتی ہے جو عباء الانوار جلد ۲ ص ۲۲ میں بڑی تفصیل سے آپ دیکھ سکتے ہیں اور ریاست محمود آباد ضلع سیتاپور میں اگر پاکستان کے ایسے سلجھے ہوئے خیالات کے لوگ ہوتے تو محرم کے موقع پر گہوارہ کا مقدمہ عزاداروں کے خلاف دائر نہ ہوتا۔

سخی سلطان بابامنگھوپیر

محترم انعام محمد صاحب کی تحریر ہے۔ کراچی سے گیارہ میل دور شمال میں کھرتھار اور راسب پہاڑیوں کے دامن میں ایک اولیاء اللہ کا مقبرہ ہے جن کا نام نامی حاجی حسن المعروف سخی سلطان بابامنگھو پیر چشتی ہے آپ سات سو سال پہلے کی صدی میں اس برصغیر میں تشریف لائے تھے ماں کی جانب سے حضرت امام حسنؓ اور باپ کی جانب سے حضرت امام حسینؓ کی اولاد میں تھے۔ تاتاریوں کی یورش کے خلاف جنگیں لڑیں۔

دیکھئے پھر وہی استعمال ایک شخص کو اولیاء کہنا کس قدر اصول سے ٹکراؤ ہے اور آج کل تو "ارباب سکندر" وغیرہ نام برابر رکھے جا رہے ہیں یہ راستہ صاف ہو رہا ہے اس جمِ غفیر کا جو کہتا ہے کہ انما ولیکم اللہ و رسولہ سے امام الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہ مراد نہیں ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت لال شہباز قلندرؒ کے ہمعصر تھے اور آپس میں دوستی تھی۔ میں کہتا ہوں کہ عزیز داری تھی سادات سب آپس میں رشتہ دار ہیں اس علاقے میں ایک تالاب ہے جس میں کئی مگرمچھ ہیں اس مناسبت سے آپ کو بابا منگھو پیر یعنی مگرمچھ والا پیر کہتے ہیں فی الحال وہاں ۵ اگرمچھ موجود ہیں اس سے پہلے تعداد سو نفر تھی یہاں سے متصل وہ چشمہ بھی ہے جس میں گندھک کی آمیزش ہے اور جلدی امراض کے بیمار نہاتے ہیں ان کے ایک مرید کا نام خاکی شاہ بخاری تھا ان کا مزار بھی قریب ہی واقع ہے بابا منگھو پیر ۸ ذی الحجہ کو مالک حقیقی سے جا ملے ہر سال ۸، ۹ کو بقرعید کے مہینے میں ان کا عرس ہوتا ہے بیشتر اولیاء اولاد رسولؐ تھے گشتش صدیقی حنفی بدایونی لکھتے ہیں۔

قرب اللہ و نبی ہے ترے شایان کیا کیا بجو احمد سے قرابت ہے احد سے قربت
نسل سے تیری ہوئے صاحبِ عرفان کیا کیا قطبؒ و اوتاد و ولی خواجہ و غوث و ابدال

برّی امام

اسلام آباد سے ڈیڑھ دو میل کے فاصلے پر سبز پہاڑ کے دامن میں ایک گاؤں نورپور شاہان آباد ہے۔ یہاں ایک فرد قلندر خدارسیدہ سید عبداللطیف کاظمی دفن ہیں اور مزار ان کا زیارت گاہ خلق ہے بارہ مہینے زائروں کا ہجوم رہتا ہے۔ ایام عزا محرم سے چہلم تک دینی چہل پہل بڑھ جاتی ہے عشرہ و اربعین کا یوم غم ہمیشہ سے اس مزار پر منعقد ہو کر ماتمی جلوس اٹھتا ہے ملک کی راجدھانی ہونے کی وجہ سے مزار کی رونق بہت بڑھ گئی ہے اور محکمہ اوقاف چڑھاوے نذر نیاز کا محافظ ہے جو کثیر رقوم کی صورت میں

پہونچتے ہیں نور پور کی آبادی تخمیناً دو ہزار نفوس پر مشتمل ہے جس میں پونے دو سو گھر اثنا عشری مذہب رکھنے والوں کے ہیں جو پرانے رہنے والے ہیں اور اپنی روایات کے تحت ہیں بستی بھر میں ہردلعزیز اور کارفرما وہی طبقہ شمار ہوتا ہے اور سادات کی سب قدر کرتے ہیں صاحبِ مزار کو حضرات سنت وجماعت اپنا مقتدا اور شیعہ اپنا ہمصفیر قرار دیتے ہیں یہ فیصلہ کہ وہ شیعہ تھے یا سنی میرے نزدیک اتحاد ملت کے منافی ہوگا اور بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حکومت حضرات خلفاء کے ہاتھ میں رہی اور امامت کا نہ ان افراد نے دعویٰ کیا نہ اس عہد کے لوگوں نے ان کو امام کہا۔ امامت حضرت کے کنبے میں رہی اور وہی صدیوں سے بارہ امام کہے جاتے ہیں لہٰذا امام بری کی ہو نہ ہو وہی حیثیت ہو اور ان کو ریگستان کا پیشوا اس طرح کہا گیا جیسے امام جمعہ، امام جماعت۔ صاحب مزار کے والد کا نام سید محمود شاہ تھا ماتمی جلوس کا وہاں سے ہمیشہ اٹھنا بھی ان کے مذہب کو پردے میں نہیں رکھتا۔ عزاداری اگرچہ مسلمانوں میں مشترکہ دستور ہے مگر کبھی کسی کا وہاں مانع ہونا بھی خالی از علت نہیں ملحقہ مسجد شیعہ حضرات کے قبضے میں ہے اور سنگِ مزار کی تحریر سے بھی ان کا غیر شیعہ ہونا ثابت نہیں۔ اس اطلاع میں قوت نظر آتی ہے کہ وہ تین بھائی تھے بری شاہ، لطیف شاہ، چن چراغ شاہ کمال وسط الذکر کا تشیع ان کے موجودہ وقت سے واضح ہے کہ ان کے برآمدہ کے مرکزی محراب پر یہ شعر ہے ؎

نوشتہ بر در جنت بخط سبز و جلی   شفیع روز قیامت محمد است و علیؑ

میرے مخلص دوست نقوشِ راہ کے مصنف پنجاب ڈسٹرکٹ گزیٹرز جلد ۲۸۔ اے کے حوالے سے راولپنڈی کے حالات میں لکھتے ہیں کہ خاندانِ مغلیہ کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر مرحوم کے زمانے میں امام بری حیات تھے اور بادشاہ نذرِ عقیدت پیش کرنے کی غرض سے نور پور شاہان حاضر ہو چکے ہیں۔

اختتامی تبصرہ۔ بس اب میں قلم روکتا ہوں یہ تھے عوام بھائیوں کے پیروں کے حالات جن پر کوئی کتاب اس زمانے میں نہیں ہے شہباز قلندر اکاڈمی کا فرض یہ ہونا چاہیے کہ وہ ان کا مکمل دیوان شائع کرے اگر اس کے مکتبہ میں کوئی تحریر خطی ہو تو عکس پیش کرے ایک مکمل سیرت ترتیب دی جائے جس کو نو مشق محرر نہ لکھیں مرحوم رئیس احمد جعفری اور نیاز فتحپوری کے معیار کا تجربہ کار عربی داں اور رقم سے متعارف قلم اٹھائے حفظ مراتب پر ضرب نہ آئے۔ فارسی کے ماہر ڈاکٹر سید سبط حسن رضوی پی ایچ ڈی طہران یونیورسٹی اس کام کو انجام دے سکتے ہیں عام لوگ معاف رکھیں مرنے والوں کا ذکر ان کی اچھائی پیش کرکے مستحسن ہوتا ہے نہ یہ کہ ان کو ایک تارک الصلوٰۃ واجبات سے آزاد بتایا جائے جو کئی کتابوں کا مصنف ہو اس کو ناچنے کا موقع نہیں ثنا خواہ کو ان کے کمال معرفت کا یقین رکھنا چاہیے ان کی دینیت کتاب کے ناموں سے واضح اور جوشن کبیر کی فصل نمبر ۲۴ کا فقرہ ان کے زیر نظر ہے یا من فی المیزان[1] قضائہ انسانیت پر خدا کے آخری فیصلے کا مرکز

---

[1] حضرت امام زین العابدینؑ نے دعائے ختم قرآن میں کتاب خدا کو میزان قسط فرمایا ہے شفاء لمن انصت بفہم التصدیق الی استماعہ ومیزان قسط لا یحیف عن الحق لسانہ وصحیفہ کاملہ، یہ ارشاد قرآن و اہل بیت کے اتحاد پر دلیل ہے اور آل رسولؐ کے میزان ہونے پر ایک مزید شاہد ہے۔

کردار کی ترازو ہے آمدم برسر مطلب طول بہت ہو چکا ہے لاہوت پر میں نے کچھ نہیں لکھا ابراہیم زئی تحصیل ہنگو کے درعباس پر وہاں کے متعین واعظ کو قلم اٹھانا چاہیے پاکستان پر کئی مقالات لکھنے کے بعد حرف آخر پیش کرنا چاہتا تھا کہ ایک بھلے مانس سمجھے ہیں لاہور کی کسی پارٹی کو ہوا دے رہا ہوں انھوں نے ناحق سر بگریباں لکھ کر اچھی طرح میری خبر لی۔ اور میں نے حفظ ذی میں تحقیقات کو روکا۔ اس دنیا میں زیادہ تر وہ لوگ ہیں جو نہ خود کام کرتے ہیں نہ دوسروں کو کام کرنے دیتے ہیں۔ بہر حال اس کو نہ بھولنا کہ سیہون شریف کو شہرت دینے والا صاحب مزار مہاجر تھا جس نے دلبستی کو بھجوایا اور رہم میں سے تھا ؎

مرادما نصیحت بود گفتیم
حوالت با خدا کردیم و رفتیم

اے۔ ایم اختر نگری

۱۷ ماہ رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ روز فتح بدر

قطعہ ——— از ناطقؔ امروہوی

بے ساختہ جو لب پہ نام آگیا تمہارا
طوفاں میں ملا ہے فوراً مجھے کنارا
ہر دم میری زبان پہ مولا علیؑ علیؑ ہے
اے گردش زمانہ ہوں کب میں بے سہارا

قلندر پر پہلی کتاب کے تبصروں کی نقل

اخبار رضاکار ہفتہ وار لاہور

لال شہباز قلندر مؤلفہ مولانا سید آغا مہدی لکھنوی صفحات ۰۰ ہدیہ ایک روپیہ پچاس پیسے علاوہ محصول ڈاک، کاغذ، کتابت، طباعت گوارا —

زبدۃ العلماء مولانا سید آغا مہدی لکھنوی نے سیرت نگاری میں بڑا نام پیدا کیا ہے شہدائے کربلا کی مجاہدانہ زندگی پر ان کی کئی مختلف تصانیف ملک سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں انھوں نے حضرت غفران مآبؒ کے حالات پر ایک مبسوط کتاب لکھی ہے جس میں تحقیق و تدقیق کا حق ادا کیا ہے۔

حضرت لال شہباز قلندر بھی ان کی ایک علمی و تاریخی کتاب ہے جس میں تاریخ کے مختلف گوشوں کو بڑی دیدہ ریزی سے اجاگر کیا ہے حضرت لال شہباز قلندر اپنے وقت کے بڑے صوفیوں میں شمار ہوتے تھے ان کا یہ شعر زبان زد خلائق ہے ؎

حیدریم قلندرم مستم
بندہ مرتضیٰ علیؑ ہستم

مولائے کائنات کی غلامی کا یہ شرف ہے کہ آج دنیا کے کونے کونے میں حضرت لال شہباز قلندر کا نام پہونچ چکا ہے اور شب و روز عقیدتمندان باصفا ان کے مزار کا طواف کرتے ہیں۔ زیر تبصرہ کتابچہ ان کی سوانح حیات ان کے علمی درجات ان کی زندگی کے مختلف واقعات ان کے مذہبی تاثرات پر محتوی ہے مولانا نے کوشش بسیار کے بعد مختلف تاریخی واقعات کو نہایت سلیقہ سے مرتب کر کے پیش کیا ہے امید ہے کہ قارئین کرام ان کی محنت کی داد دیں اور کتابچہ کی خریداری میں عجلت سے کام لیں۔ ۸ اپریل ۷۳ء

شیعہ لاہور

لال شہباز قلندر مؤلفہ مولانا سید آغا مہدی لکھنوی اس رسالہ میں مؤلف موصوف نے لال شہباز قلندر کے حالات زندگی بڑی محنت سے لکھے ہیں اور حکیم سید محمود گیلانی نے سولہ صفحات پر مشتمل تقریظ لکھی ہے اور ثابت کیا ہے کہ سندھ ہری جو لے سیہون شریف کا روحانی پیشوا قلندر بھی باب علم و حکمت حضرت علیؑ کی بدولت فیضیاب ہوا کتاب نہایت مفید ہے خرید کر لطف اٹھائیے قیمت ۵۰/۱ ملنے کا پتہ ۱۴۲/۱ اے رحیم آباد فیڈرل بی ایریا کراچی ۳۸ پاکستان

قرآن اور وجود باری

سکھوں کے راس و رئیس گرو نانک بھی کبیرا کی طرح وحدت الوجود کے قائل تھے چنانچہ ان کا یہ شعر سننے کے قابل ہے ؎

جے کارن ماتٹ تیرتھ جلئے
رتن یدادتھ ماگٹ ہے ہلئے

یعنی تم جس کی طرف تیرتھ جاتے ہو وہ خدا تو تمہارے من ہی میں موجود ہے وہ قرآن مجید پر بھی ایمان رکھتے تھے یہ شعر ملاحظہ ہو ؎

کل پروان کیتب قرآن پوتھی پنڈت رہے پوران، نانک ٹاؤں بھیا رحمٰن کر کرتا تو ر کو جان

یعنی کلیگ کے زمانے کے لئے صرف قرآن شریف ہے منظور شدہ کتاب ہے اس کے علاوہ دوسری پوتھیاں اور جملہ پوران اور پنڈت منسوخ ہو چکے ہیں پنجتن پاک پر بھی ان کا ایک تاثر ہے جو اس وقت یاد نہیں آتا حسن ابدال میں پنجہ شریف کی عمارت میں جو چشمہ قدرتی اُبل رہا ہے اور جس پر بڑی خوشنما عمارت کھڑی ہے وہ کس کا ہاتھ ہے اس کو پھر پوچھنا زندہ ہوں تو . انشاء اللہ بتاؤں گا ید اللہ فوق ایدیھم

اسلام کی ترویج میں فقراء کی سعی اور تعزیہ داری بس یہ دو عملی قوتیں تھیں اور مشہور تھا کہ ہندو تعزیہ دار تیسری پشت میں ضرور حقیقی اسلام سے مشرف ہوتا

سوانح حیات حضرت زینبؑ

ابوسفیان نے تین پشت کی جدوجہد اور ہندہ جگر خوار کے ایڑی چوٹی کا زور لگانے پر جو ناقابل تسخیر قلعہ شام میں بنایا تھا اس کو خیبر کشا کی اسیر بیٹی نے اپنے زلزلہ فگن خطبات سے ڈھا دیا اور اینٹ سے اینٹ بجا دی یزیدیت کا پرچار کرنے والے وہاں کا ملبہ اب تک اٹھا رہے ہیں۔ صدیقہ طاہرہ کی قابل فخر بیٹیؑ نے عورت ہو کر مظلومیت کو اتنا بلند کیا کہ اب تا قیامت ان کے خلاف ظالم سر نہیں اٹھا سکتا مصنفِ العبد الصالح کی اشاعت کے بعد ان کی مخدومہ بڑی بہن پر قلم اٹھایا اور جو سرمایہ عربی فارسی ترکی مقاتل اور تاریخوں میں تھا اردو داں اس کے مطالعے سے محروم تھے اگر آپ اس کی اشاعت چاہتے ہیں تو سوانح حضرت عباسؑ سو سو جلدوں کے آرڈر دیکر ہم کو اس قابل کیجئے کہ یا علیؑ کہہ کر اس سے بڑا ذخیرہ شاہزادی کی ذات پر جلد پیش کریں اور وہ وقت آئے کہ اس کے مطالعہ سے آج کل کے بھائی بہنوں کو وفا اور محبت کا فراموش شدہ سبق یاد آ سکے تصنیف عرصے سے مکمل ہے اس ایک کتاب سے انشاء اللہ ماں کی عطوفت، بی بی کا زیور اطاعت، بہن کی چاہت، پھوپھی کی سرپرستی چلتی پھرتی تصویریں آپ دیکھیں کاغذ کا قحط حدیث قرطاس یاد دلاتا ہے تمام سامان طباعت روز بروز گراں ہو رہا ہے قیمت پیشگی طلب کرنا ہرگز مطلوب نہیں۔ دعائیں چاہتا ہوں کتاب زیر طبع ہے

شیرِ خدا کے شیر حضرت عباسؑ کی مکمل سوانح حیات

العبد الصالح

حضرت زبدۃ العلماء مدظلہ کا ذمہ دار قلم جن کی پچاس سے زائد تصانیف چھپ چکی ہیں اور عراق ایران بیرونی ممالک اسلام سے مقبولیت پر آوازیں بلند ہیں پیدائش سے لیکر شہادت

تک کے مکمل اور مستند حالات جس کی موجودگی آپ کو دوسری کتابوں سے مستغنی کر دیتی ہے یہ لازوال علمی خزانہ ہے جو کسی بینک میں نہ ملے گا۔ قیمت چھ روپے علاوہ محصولڈاک ۔

(۲)

الزہراؑ

خاتونِ جناں کی سیرت پر اردو زبان میں کثرت سے کام ہوا مگر خادم و مخدوم پر بحث جس اسلوب سے اس کتاب میں ہوئی وہ اپنی نظیر آپ ہے اور علمی و ادبی حلقوں میں طے پا گیا ہے کہ یادِ اسلاف اور خدمات کا احیاء جیسا اس کتاب میں ہوا ہے اس سے عصرِ حاضر اور بابِ ماضی یقیناً خالی تھا اس سبق آموز صحیفہ کا ہر مرد و عورت لڑکے اور لڑکیوں کے پاس رہنا ضروری ہے آپ دیکھینگے کہ موتیوں سے تولنے کے قابل وہ وفادار کنیز جس نے فقر و فاقہ کے گھر میں مصیبت کی کٹھن راتیں بسر کیں اور سونا بنایا تو شاہِ مرداں نے کیمیا گری کی دبی زبان کو ملامت کر کے وہ طلاء خالص زمین پر ٹپک دیا آپ مصنف کے تبحرِ علمی وسعتِ نظر تحقیق و تدقیق پر عش عش کرینگے کہ کس طرح باطل کی دھجیاں اڑا دی ہیں اور سیرت میں تلخی پیدا کرنیوالوں کو منہ توڑ جواب دیئے ہیں قیمت صرف دو روپے علاوہ محصولڈاک

(۳) سوانح حضرت قاسمؑ بحارالانوار کی چھ جلدوں کا مختصر خلاصہ ۵۰ پیسے علاوہ محصولڈاک

(۴) 〃 شہزادہ علی اصغرؑ شش ماہہ طفل پر مکمل تاریخ دوسرا ایڈیشن دو روپے 〃 〃

(۵) 〃 عون بن علیؑ کربلا کے سرفروش مجاہد کا حال طبع چہارم ایک روپیہ 〃

(۶) 〃 ہلال بن نافع طبع دوئم ایک روپیہ (۷) سوانح بریر ہمدانی طبع دوئم ۵۰ پیسے 〃

(۸) 〃 عابس شاکری کربلا کا نڈر مجاہد بہادری کی جیتی جاگتی تصویر ایک روپیہ 〃 〃

(۹) 〃 حبیب بن مظاہر اسدیؓ تین بار چھپنے پر حیرتناک اضافہ دو روپیہ 〃 〃

(۱۰) 〃 یزید بن زیاد کندی اور سپاہِ قلیل کے ایک دلیر کی نئی زندگی طبع دوئم ۵۰ پیسے 〃 〃

(۱۱) داڑھی قرآن و حدیث کی روشنی میں ۲۵ پیسے (۱۲) براق نبویؐ ۲۵ پیسے 〃 〃

(۱۳) تسبیح فاطمہؑ دعاؤں کی شہرۂ آفاق کتاب جو تین دفعہ چھپی علیا کا کامیاب نمونہ نقلی کتابوں سے ہوشیار ۵۰ پیسے